UNIVERSAL LIBRARY

OU_222742

UNIVERSAL LIBRARY

222742

OUP—881—5-8-74—15,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٨٩١۵ ط٣١٣ Accession No. U 47

Author م م مصحفی، شیخ

Title مثنوی بحر المحبت مرتبہ عبد الباری

This book should be returned on or before the date last marked below.

سلسلۂ آصفیہ

مثنوی

بحر المحبت

مؤلفہ

شیخ مصحفی

بہ تصحیح و تحشیہ و اضافۂ مقدمہ و تبصرہ و فرہنگ

از

عبدالماجد بی اے

طبع ثانی

باہتمام مسعود علی ندوی

مطبع معارف اعظم گڈھ میں چھپی

سنہ ۱۳۴۶ھ

OSMANIA UNIVERSITY
LIBRARY
HYDERABAD-7

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین		صفحہ
۱	دیباچہ طبع ثانی	(از مرتب)	۱–۴
۲	دیباچہ طبع اوّل	"	۵–۷
۳	تذکرۂ مصحفی	"	۸–۲۴
۴	بحر المحبت اور دریائے عشق	"	۲۵–۴۲
۵	متن بحر المحبت مع حواشی ذیلی	(از شیخ مصحفی و مرتب)	۴۳–۷۱
	فرہنگ	(از مرتب)	۷۲–۸۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع دوم

آج سے پانچ سال ہوئے، جب مصحفی کی بحر المحبت میری تہذیب و ترتیب کے بعد شائع ہوئی تھی، اس وقت صرف ایک ہی قلمی نسخہ پیش نظر تھا جس کا ذکر دیباچہ طبع اوّل میں موجود ہے، طبع اوّل کے نکلنے کے ڈیڑھ سال بعد حسن اتفاق سے ایک دوسرا قلمی نسخہ بھی مل گیا، جو جناب شاکر حسین صاحب نکہت سہوانی کی ملک ہے، اور جو مجھ تک جناب سید محفوظ علی صاحب بدایونی کی وساطت سے پہنچا، یہاں ان دونوں صاحبوں کی عنایتوں کا شکریہ ضروری ہے۔ اس نسخہ کے کاتب کوئی صاحب مہر علی بیگ نامی ہیں، سال کتابت ۱۲۲۵ھ درج ہے، جو اگر صحیح ہے، تو میرے نسخہ (مکتوبہ ۱۲۴۱ھ) سے سولہ سال پیشتر کا ہے، کتابت نستعلیق میں ہے، مگر بدخط، ۱۸×۲۲ کی تقطیع پر ۸۰ صفحہ کی ضخامت ہے، جابجا کرم خوردہ ہے، مگر زائد نہیں، درمیان کے دو صفحہ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ کے معلوم ہوتے ہیں، طریق املا دہی خصوصیات رکھتا ہے، جنکا آج سے سوا سو سال اُدہر عام رواج تھا، مثلاً "آ" کو "اا" لکھنا "گ" کو

"ک" کی طرح ایک ہی مرکز سے لکھنا، دو علیحدہ لفظون کو ایک ہین ملا کر لکھنا (مثلاً "حق ہین" کے بجائے "حقہین") وقس علیٰ ہذا،

املا مین متعدد فاحش غلطیاں موجود ہین، مثلاً "مثنوی" کے بجائے "سنوی"، "صعود" کے بجائے "صعدہ" "پدید" کے بجائے "برید" "چرخ" کے بجائے "جرخ" وغیرہ،

عنوان پر کتاب کے محض نام کے بجائے یہ الفاظ درج ہین:-

"مثنوی بحر المحبت مصحفی بہ جواب دریائے عشق میر تقی"

خاتمہ پر یہ عبارت تحریر ہے:-

"مثنوی درجواب دریائے عشق میر محمد تقی صاحب سلمہ - من کلام میان مصحفی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ - نوشتہ عاجز خاکسار گنہگار مہر علی بیگ بہ وقت سہ پہر بروز پنجشنبہ بہ تاریخ بست و ہشتم تمام شد سنہ ۱۲۲۵ ہجری،

نوشتہ بماند سیہ بر سفید | نویسندہ را نیست فردا امید
ہر کہ خواند طمع دعا دارم | زانکہ من بندہ گنہگارم"

سنہ کے اعداد کی کتابت ذرا مشتبہ معلوم ہوتی ہے یعنی شبہہ ایسا معلوم ہوتا ہے کو کسی دوسرے شخص نے انھین لکھدیا ہے لیکن میر تقی کے نام کے ساتھ "سلمہ" لگا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت کتابت وہ زندہ تھے، اور ۱۲۲۵ھ تک ان کا زندہ رہنا مسلم اسلیے یہ شبہہ

زیادہ قوی نہین رہتا۔ سنہ و تاریخ کے اندراج کے ساتھ مہینہ کا ذکر نہ ہونا بھی ذرا کھٹکتی ہوئی بات ہی۔ سال کتابت ۱۲۲۵ھ اگر صحیح ہے، تو یہ ثابت ہی کہ مصحفی نے بحر المحبت میر صاحب کی زندگی ہی مین کہہ ڈالی تھی،

بہ حیثیت مجموعی، میرا نسخہ اس نسخہ سے صحیح تر ہے، اسلیے جہان دونون نسخون مین اختلاف ہوا ہی، زیادہ تر مین نے اپنے ہی نسخہ کو قابلِ اعتماد سمجھا ہے۔ تاہم ہر جگہ ایسا نہین کیا ہے بعض بعض مقامات پر اس دوسرے نسخہ کی کتابت کو کھلی ہوئی ترجیح تھی، اور وہان اسی کو اختیار کر لیا ہے، دو چار مقام ایسے بھی آتے ہین، جہان میرے نزدیک دونون نسخون کی کتابت غلط ہے، وہان اپنے قیاس سے صحیح لفظ کو متن مین جگہ دیکر حاشیۂ ذیل مین اسکا اظہار کر دیا ہی،

اپنے نسخہ کا نام مینے نسخۂ الف رکھا ہے، اور اس دوسرے نسخہ کو نسخۂ ب سے موسوم کیا ہے، چنانچہ حواشی ذیل مین الف و ب کے حوالے کثرت سے ملینگے، خود مین نے اپنے قیاس سے جو الفاظ درج کیے ہین، انھین حرف م سے ظاہر کیا ہے۔ جو مرتب کا مخفف ہی ب مین تعداد اشعار بہ مقابلۂ الف کے، بقدر ۲۶ کے کم ہے۔ اور صرف ایک شعر ایسا ہے جو الف مین موجود نہ تھا، اس شعر کو بھی اس اڈیشن مین داخل کر لیا گیا ہے، یہ ایک عجیب بات ہے، کہ جن اشعار مین میر کی فضیلت و حق تقدم کا اعتراف ہی، وہ ب مین غائب ہین، اور ایک شعر (نمبر ا) جو اس مضمون کا ملتا بھی ہے، تو اس مین میر کا

نام ہی مسخ ہوگیا ہے اور پہلا مصرعہ بجاے

"گرچہ ہے کلک تیز نادر کار"

کے یون درج ہے :۔

گرچہ ہے کلک مرد نادرہ کار

اس ایڈیشن مین، حواشی ذیلی مین صرف قرأتون کے اختلاف کو دکھایا گیا ہی، باقی زبان وغیرہ سے متعلق جو دوسرے ضروری حواشی تھے، انھین الگ بطور فرہنگ آخر مین شامل کر دیا گیا ہی، الہ آباد یونیورسٹی، بمبئی یونیورسٹی، محکمۂ تعلیمات یوپی اور جن دوسرے تعلیمی ادارون نے اس رسالہ کی سرپرستی، و قدر افزائی فرمائی تھی، کیا عجب ہے کہ اس نئے ایڈیشن کو، پہلے ایڈیشن کے مقابلہ مین بہت زیادہ مفید پائین،

عبدالماجد

اکتوبر ۱۹۲۷ء

دریاباد، بارہ بنکی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع اوّل

مصحفی کی مثنوی بحر المحبت میرے علم مین آج بالکل پہلی بار کتاب کی صورت مین لباسِ طبع سے آراستہ ہوکر دنیا کے سامنے پیش ہو رہی ہے، اس کا کوئی دوسرا قلمی نسخہ جہانتک مین اپنے باخبر احباب، اور ہندوستان کے مختلف کتبخانون سے دریافت کرسکا، اور کہین موجود نہین، جس قلمی نسخہ کے مطابق یہ کتاب طبع کیجا رہی ہے، میرے ذاتی کتب خانہ کا نسخہ ہے، اس قسم کی کتابین جب چھپنے لگتی ہین، تو مختلف نسخون سے مقابلہ کرکے ان کی صحت کرلیجاتی ہے، افسوس ہے کہ اس مثنوی کا کوئی دوسرا نسخہ دستیاب نہ ہوسکا، اس لئے متعدد مقامات کی صحت مشتبہ رہ گئی، اس مثنوی کی تصنیف کو ایک صدی سے زائد عرصہ ہوچکا ہے، اسلئے کہ پورے سو برس مصحفی کی وفات کو ہوچکے ہین قلمی نسخہ پر سال کتابت سنہ ۱۲۴۱ھ درج ہے، اس سے چند سال قبل میر تقی میر نے ایک مثنوی دریائے عشق کے نام سے کہی تھی،

مصحفی نے اس نمونہ کو سامنے رکھکر بحر سخن مین غواصی کی، اور اسکا نام بحر المحبت رکھا، جو قلمی نسخہ پیش نظر ہے، چھوٹی تقطیع کے قدیم دبیز کاغذ پر تحریر ہے، کاغذ کو اکثر مقامات پر کیڑے کھا گئے ہین، چنانچہ کہین کہین اسقدر کرم خوردہ ہوگیا ہے کہ الفاظ بلکہ مسلم فقرے غائب ہوگئے ہین، کاتب کوئی صاحب طاہر الزمان نامی ہین، آغاز کتاب مین یہ عبارت درج ہے

"مثنوی میان مصحفی سلمہ کہ برطبق مضمون مثنوی دریاے عشق کہ از میر تقی مرحوم است گفتہ اند"

خاتمہ پر عبارت ذیل درج ہے،

"نوشتہ بہ ماند سیاہ بر سفید   نویسندہ را نیست فردا اُمید

تمت تمام شد مثنوی بحر المحبت میان مصحفی ساکن لکھنؤ،

بہ خط محمد طاہر الزمان عفی اللہ عنہ بتاریخ ہشتم ماہ ج الثانی ۱۲۴۱ھ باتمام رسید در روز دوم"

کاتب صاحب بہت ہی کم استعداد معلوم ہوتے ہین، املا و کتابت کی موٹی اور فاحش غلطیان کی ہین، مثنوی کو ہر جگہ "منوی" لکھا ہے، مرقع کو "مرقہ"، لکھتے ہین تہیۂ کو "تحیہ" حواس کو "ہواس" کہار کو "قہار" زرا کو "ذرہ" کوہِ غم کو "کوہے غم" وقس علی ہذا،

اس کے علاوہ بعض الفاظ کے لیے کاتب صاحب اپنا ایک مخصوص طرز املا رکھتے ہین، جسکی مثالین اُس زمانہ کی طرز کتابت مین عموماً ملتی ہین، مثلاً ان کے "ک" و "گ" مین کوئی فرق نہین ہوتا، "گ" کو وہ ایک ہی مرکز دیتے ہین، "تو" کو "تون" لکھتے ہین، "نے"

کو ۸ مین ۲ کو ۱۱ و قس علی ہذا،

سو برس کے عرصہ مین زبان مین جو تغیرات ہو گئے ہین وہ اہل نظر پر مخفی نہین اسلیے کتاب پر حواشی دینے ضروری تھے لیکن مقابلہ کے لیے کسی دوسرے نسخہ کا موجود نہ ہونا کاتب نسخہ کی بدخطی، املاکی بہ کثرت غلطیان، اور پھر کتاب کا جابجا کرم خوردہ ہونا، ایسی حالت مین یہ کام انجام دینا جسقدر دشوار تھا، اسکا اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہین جنھین خود کبھی اس قسم کے کام انجام دینے کا اتفاق ہوا ہے،

ارباب ذوق سے مشورہ حاصل کرنے کی غرض سے مین نے یہ مثنوی اکتوبر ۱۹۲۱ء کے سہ ماہی رسالہ اردو مین شائع کر دی تھی، اس موقع پر مسرت و ممنونیت کے ساتھ اسکا اظہار کرتا ہون، کہ حضرات ذیل کے مشورون سے خاص طور پر مستفید ہوا، مولوی سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی، مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی، مولوی عبدالسلام صاحب ندوی، مولوی عبدالباری صاحب ندوی اور مولوی عبدالحق صاحب بی، اے، ایڈیٹر اردو،

دریاباد (بارہ بنکی) — عبدالماجد

۱۵ اکتوبر ۱۹۲۲ء

مقدمہ

تذکرۂ مصحفی

نام شیخ غلام ہمدانی تھا، والد کا نام شیخ ولی محمد تھا، وطن امروہہ (ضلع مراد آباد) تھا، نو عمری میں دلی آ گئے یہین طالب علمی کی، علمی و ادبی صحبتون مین رسائی حاصل کی طبیعت موزون پائی تھی، رفتہ رفتہ شعر کہنے لگے تخلص مصحفی اختیار کیا،

مولد و وطن دہلی نہ تھا لیکن دہلی سے انتساب زبان دانون کے لیے ہمیشہ باعث فخر رہا ہے، شیخ صاحب نے بھی چونکہ سکونت یہین اختیار کر لی تھی، اس لیے اشعار مین فخریہ جابجا دہلی کو اپنا وطن قرار دیا ہے، مثلاً ؎

دہلی کہے ہین جسکو زمانہ مین مصحفی
مین رہنے والا ہون اسی اُجڑے دیار کا

علمی قابلیت زیادہ نہ تھی، تاہم بقول صاحب آب حیات "زبان فارسی اور ضروریات شعری سے باخبر تھے، اور نظم و نثر کی کتابون کو اچھی طرح دیکھ کر معلومات وسیع اور نظر بلند حاصل کی تھی" اپنے خود نوشت تذکرہ مین ضمناً تحریر فرماتے ہین،

"از آغاز شباب بہ مقتضائے موزونی مصروف تحصیل علم بود چنانچہ بہ فیض صحبت بزرگان اوّل از تکمیل نظم و نثر زبان فارسی و تحقیق محاورہ و اصطلاحات آن فراغت کردہ بہ مقتضائے رواج زمانہ آخر کار خود را مصروف ریختہ گوئی داشتہ"[1]

اس عبارت سے بھی یہی نکلتا ہے کہ فارسی زبان و انشا کی استعداد بڑی تھی، شاگرد کس کے تھے۔؟ اس تذکرے سے تمام تذکرے خاموش ہین۔ البتہ سراپاے سخن مین جو ۱۲۷۱ھ کی تالیف ہے۔ ان کے نام کے ساتھ "شاگرد میان امانی" درج ہے[2]

آبا و اجداد حکومت وقت کے اعلیٰ مناصب پر سرفراز تھے، اور خوشحالی سے بسر کرتے تھے زوالِ سلطنت کیساتھ ان کی خانگی سلطنت کا بھی شیرازہ منتشر ہوگیا، بزرگون کی فارغ البالی ان کے حصہ مین نہ آئی، اپنے تذکرہ مین خود فرماتے ہین،

"بزرگانش ابا عن جد نوکری خانہ بادشاہ کردہ اندازاں جائے کہ تفرقۂ شدیدے در راہ یافتہ سلطنت این رو سیاہ ہم بہ خاک سیاہ برابر شدہ، ہمہ از تمتع دنیا بہرہ وافی داشتند این فقیر چون بخت و طالع آنہا نداشت"[3]

دہلی مین آکر بارہ برس تک مقیم رہے، معاش کی طرف سے سخت پریشانی رہی، جسمین ایک حد تک خود ان کے استغنا کو بھی دخل تھا۔ فرماتے ہین۔

---

[1] تذکرۃ الشعرا شیخ مصحفی قلمی نخزونہ کتب خانۂ ندوۃ العلما لکھنؤ [2] سراپاے سخن سید محسن علی محسن لکھنوی ص ۱۲۸ مطبوعہ نولکشور [3] تذکرہ مصحفی قلمی

دوازدہ سال در شاہجہان آباد. . . بہ گوشۂ عزلت خزیدہ . . . . و ہرگز برائے تلاش معاش در آن حشر اجساد اموات بر در کس نرفتہ"

آخر کب تک برداشت کرتے۔ لکھنؤ اُس وقت آصف الدولہ[1] کا لکھنؤ تھا، اور اسکا دربار اہلِ کمال کا مرجع، شاعروں میں میر تقی میر، میرزا رفیع سودا، میر حسن، سید انشاء اللہ خان انشا، اس بزم کی زیب و زینت تھے، مصحفی نے بھی اسی چمن کو اپنے نشیمن کے لیے انتخاب کیا، دہلی سے لکھنؤ وارد ہوئے، ابتداءً میرزا سلیمان شکوہ کی سرکار میں متوسل ہوئے، اس شعر میں اسی توسل کیجانب اشارہ ہے ؎

تخت طاؤس پہ جب ہوئے سلیمان کا جلوس
مورچھل ہاتھ میں میں بال ہما کا لے لون

رفتہ رفتہ دربار شاہی میں بھی رسائی ہوگئی،

لکھنؤ وارد ہونے کا زمانہ تیرھویں صدی ہجری کا آغاز تھا، ایک معاصر تذکرہ نویس میرزا علی لطف لکھتے ہیں :-

"بالفعل کہ بارہ سو پندرہ ہجری میں (مصحفی) ایک چودہ برس سے اوقات لکھنؤ میں بسر کرتا ہے"[2]

[1] نواب آصف الدولہ کا زمانہ ۱۱۸۸ھ سے ۱۲۱۲ھ ہے، [2] تذکرہ گلشن ہند شائع کردہ انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن ص ۱۲۶

دلی کی پریشان حالی نے یہاں بھی ساتھ نہ چھوڑا، ساری عمر لکھنؤ میں گذاری، صدہا
شاگرد بنائے، جنمیں بعض عالی ہمّت امرا، و رؤسا بھی تھے، دربار شاہی میں رسائی ہوئی،
بااینہمہ فلاکت نے رفاقت نہ چھوڑی، تذکرۂ گلشن ہند میں ایک معصر کا بیان ہے،

"ضیق معاش تو وہان مدت سے نصیب اہل کمال ہے

اسی طور پر درہم برہم اس غریب کا بھی احوال ہے" (ص۱۶۶)

احتیاج نے بالآخر شعر فروشی پر مجبور کر دیا، ہر مشاعرہ کے لیے متعدد غزلین کہتے، لوگ
آتے، اور ۸ رسے عہ ریا اس سے زاید قیمت دیکر انتخاب کرلے جاتے، جو کچھ بچ رہتا، وہ
خود اپنے لیے رکھتے، عموماً یہی غزلین ہین، جو ان کے دواوین مین لکھی چلی آئی ہین، مصنف
آب حیات کی روایت ہے، کہ ایک مشاعرہ مین جب شعرون پر بالکل تعریف نہ ہوئی
تو انھون نے تنگ ہو کر غزل زمین پر دے ماری اور کہا کہ دے فلاکت سیاہ جسکی
بدولت کلام کی یہ نوبت پہنچی ہے کہ اب کوئی سنتا بھی نہین، اس بات کا چرچا ہوا تو یہ عقدہ
کھلا کہ ان کی غزلین بکتی ہین، اچھے اچھے شعر تو لوگ مول لیجاتے ہین، جو رہجاتے ہین وہ انکے
حصہ مین آتے ہین[۱]،

کثرت تلامذہ کے لحاظ سے مصحفی کو استادالاساتذہ کہنا چاہیئے جس کثرت سے انکے

---

[۱] آب حیات، مولوی محمد حسین آزاد ص۳

شاگرد تھے، ولی سے لیکر آج تک شاید ہی کسی دوسرے شاعر کو نصیب ہوئے ہوں اور شاگرد بھی اس پایہ کے کہ تھے، جو آگے چلکر خود صاحب دیوان و استاد مسلم قرار دیے گئے مثلاً آتش، اسیر، میر خلیق، شہیدی، ہوس، تنہا، عشقی وغیرہ آب حیات کی ایک ضعیف روایت کے مطابق ناسخ نے بھی ان سے اصلاح لی تھی۔[۶]

لکھنؤ کے قیام میں سالہا سال سید انشار سے معرکہ آرائی ہوتی رہی، انشار کی طبیعت بزبستگی، حاضر جوابی، شوخی و ظرافت کا مجسمہ تھی، مصحفی کی متانت ان کی چٹکیوں اور گدگدیوں کا جو مخالف کو رلا رلا دیتی تھیں، مقابلہ نہیں کر سکتی تھی، تاہم اس کمی کی تلافی ان کی مشاقی، قادر الکلامی، و وسعت معلومات کر دیتی تھی، ان معرکہ آرائیوں کی دلچسپ روئداد کو آب حیات کے ایک جام نے طویل زندگی بخش دی ہے،

مرزا سلیمان شکوہ، ابتدا مصحفی کے خاص سرپرست تھے، اور اپنے کلام پر اصلاح بھی لیا کرتے تھے، بالآخر سید انشار کی اداؤں پر وہ بھی مفتون ہو گئے، اور اپنا کلام انھیں کو دکھانے لگے، اس سے بھی بڑھکر یہ ستم کیا کہ مصحفی کا ماہواری وظیفہ پچیس ۲۵ سے گھٹا کر پانچ کر دیا، شیخ صاحب کو عسرت اب زیادہ ستانے لگی، ایک مفصل شکایت نامہ لکھا، دو شعر یہ ہیں، ؎

اے وائے کہ پچیس سے اب پانچ ہیں اپنے ہم بھی تھے کبھی روز دن تین پچیس کے لائق

---

[۶] آب حیات مولوی محمد حسین آزاد، ص ۳۳۲

استاد کا کرتے ہین امیر ایکی مقرر ہوتا ہے جو دراہہ کہ سائیس کے لائق

کچھ روز کے بعد جب بات زیادہ بڑھی، فریقین ایک دوسرے کی عزت کے درپے

ہوگئے، سلیمان شکوہ نے اب علانیہ سید انشار کا ساتھ دینا شروع کیا، ایک مرتبہ ایک سوانگ

جو شیخ مصحفی کے فریق نے تیار کیا تھا اسے کوتوال سے کہکر رکوا دیا، ضعیف و بدنصیب استاد

اس توہین کی تاب نہ لاسکا، خمیدہ پشت پیشتر سے تھا، اب دل شکستہ بھی ہوگیا، اور ترک

سکونت لکھنؤ کا قصد کر لیا، یاس و دل شکستگی کا یہ رنگ کلام مین بھی جھلکتا ہے، ایک غزل کے

مطلع و مقطع مین بھی نوحہ ہی ہے،

جاتا ہون تیرے در سے کہ توقیر نہین یان کچھ اس کے سوا اب میری تدبیر نہین یان

اے مصحفی بے لطف ہے اس شہر مین رہنا سچ ہے کہ کچھ انسان کی توقیر نہین یان

لیکن لکھنؤ سے باہر نکلنا مقدر مین نہ تھا، ۱۲۴۰ھ مین وہین فوت ہوئے، سالِ ولادت

کی پوری تحقیق نہین بعض اہل تذکرہ ۱۱۶۴ھ لکھتے ہین، اس حساب سے ۷۶ سال کی عمر پائی،

تصانیفِ ذیل انکی یادگار ہین،

آٹھ دیوان اُردو،

ایک۔ دیوانِ فارسی،

ایک۔ تذکرۂ فارسی،

دو۔ تذکرہ شعرائے اردو،

لیکن یہ تمام چیزین اب تقریباً نایاب ہین مکمل دواوین تو شاید کہین بھی موجود نہ ہون ایک تذکرہ کتب خانۂ ندوۃ العلما مین ہے بعض دواوین کتب خانۂ حسرت موہانی مین ہین کچھ عرصہ ہوا ایک انتخاب دواوین حسرت نے شائع کیا ہے، اور مولوی حکیم عبد الحئی مرحوم صاحب گل رعنا نے لکھا ہے، کہ ان کے دواوین کا ایک خلاصہ اسیر و امیر نے اپنی تصیح کیساتھ، نواب کلب علیخان مرحوم (والیِ رامپور) کے حکم سے کیا تھا، جو اس وقت چھپ بھی گیا تھا،

ان کے باکمال و استادِ فن ہونے پر شروع سے اب تک تمام تذکرہ نویس و نقادانِ سخن متفق رہے ہین، بلکہ بعض نے تو ان کی مدح مین غلو سے کام لیا ہے، چند اقتباسات قابلِ ملاحظہ ہین،

ایک معاصر، مرزا علی لطف، صاحب گلشن ہند کا بیان ہے "اپنی قوم کا اشراف ہے، سچ تو یہ ہے کہ گفتگو اسکی بہت صاف صاف ہے، بندش نظم مین اسکی ایک صفائی اور شیرینی ہے، اور معنی بندش مین اسکی بلندی اور رنگینی ہے"[۱]

نواب مصطفٰے خان شیفتہ و حسرتی جن کی سخن سنجی و نکتہ رسی کی داد مرزا غالب تک

---

[۱] گلشن ہند صفحہ ۱۶۵۔۱۶۶ (شائع کردہ انجمن ترقی اردو، سنہ ۱۹۰۶ء)

دیتے تھے، فرماتے ہین،

"در بلاد مشرق بسیار مسلّم و در استادی علم بوده، و اکثر سخنوران آن بلدان اکتساب فن از و کرده اند، ہر چند بہ تقاضائی شیوهٔ بسیار گویان اکثر کلامش بہ کم پایہ و از لطائف خالی ست اما گزیده اشعار او در نہایت رتبت و الا و مرتبت عالی ست۔[۹]"

ایک اور سخن فہم تذکرہ نویس کا خیال ہے:-

"در بلاد مشرق مسلّم الثبوت بود، و در اُستادی وے سخن نیست، بر جمیع اصناف سخن قدرتے داشت تمام[۱۰]"

دور حاضر کے ایک مستند سخن سنج مولوی فضل الحسن حسرت موہانی کی رائے ہے،

"میر تقی کے رنگ مین مصحفی، میر حسن کے ہم پلہ، سودا کے انداز مین انشا اور کے ہم پایہ اور جعفر علی حسرت کی طرز مین جرأت کے ہمنوا ہین، لیکن بہ حیثیت مجموعی ان سب ہمعصرون سے بہ اعتبار کمال فن سخندانی و مشاقی برتر ہین، اور یہین سے ہے، کہ راقم کی نگاہ مین، میر اور مرزا کے بعد اور کوئی اُستاد ان کے مقابلہ مین نہین جچتا۔[۱۱]"

مولوی حکیم عبدالحی مرحوم، جنکے سے صحیح ناقد سخن اب عنقا ہین کتنی صحیح اور جچی تلی رائے دیتے ہین

[۹] گلشن بیخار، شیفتہ صفحہ ۱۷۸ (نولکشور، لکھنو ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۰ء) [۱۰] تذکرہ طور کلیم، نواب نور الحسن خان، صفحہ ۹

[۱۱] رسالہ اردوئے معلّٰی جلد ۶ نمبر ۶ (بابتہ جون ۱۹۰۶ء)

"ان کی ہمہ گیر طبیعت نے کسی خاص رنگ پر قناعت نہین کی، انکے کلام مین کہین میر کا درد ہے کہین سودا کا انداز، کہین سوز کی سادگی اور جہان کہین انکی کہنہ مشقی اور استادی اپنے پیشرو اساتذہ کی خوبیون کو یکجا کردیتی ہے، وہان وہ اردو شاعری کے بہترین نمونہ قرار دیئے جا سکتے ہین، اس مجموعی حیثیت سے بہ قول حسرت موہانی میر و مرزا کے بعد کوئی استاد ان کے مقابلہ مین نہین جچتا اور یہ اپنے ہمعصرون مین سب سے برتر اور سب سے فائق نظر آتے ہین[۱]"،

شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد نے جو رائے ان کے کلام کی بابت ظاہر کی ہے وہ اس درجہ منصفانہ و محققانہ ہے کہ ذیل مین اسکا ایک طویل اقتباس درج کیا جاتا ہے،

"دیوان انکی استادی کو مسلم الثبوت کرتے ہین، انواع و اقسام کی صدہا غزلین ہین، جو غزلین نہایت سنگلاخ زمینون مین لکھی ہین، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کثرتِ مشق سے کلام پر قدرت کامل پائی ہے، الفاظ کو پس و پیش اور مضمون کو کم و بیش کر کے اس در و بست کے ساتھ شعر مین کھپایا ہے، کہ جو حق اُستادی کا ہے، ادا ہو گیا ہے، ساتھ اسکے اصل محاورہ کو بھی ہاتھ سے نہین جانے دیتے طبیعت روان تھی، پُر گوئی کے سبب سے وہ لطف کلام مین نہ پیدا ہوا، غزلون مین سب رنگ کے شعر ہوتے تھے، کسی طرز خاص کی خصوصیت نہین بعض تو صفائی اور برجستگی مین لاجواب ہین بعض مین یہی معمولی باتین ہین

[۱] گل رعنا، مؤلفہ مولوی حکیم عبدالحی صفحہ ۳۲۰ (مطبع معارف اعظم گڈھ ۱۳۴۳ھ)

جنھین ڈھیلی ڈھیلی بندشون مین باندھکر پھسر پھسر برابر کہتے چلے گئے ہین،

غرض شعر کی ہر شاخ کو لیا ہے، اور جو قواعد و ضوابط اس کے پرانے اُستادون نے باندھے ہین، اُن کا حق حرف بحرف پورا ادا کیا ہے، ہان اپنے ہمعصرون کی طرح طبیعت مین چلبلاہٹ اور بات مین شوخی نہین پائی جاتی، کہ یہ کچھ اپنے اختیار مین نہین خداداد بات ہے[1]

راقم سطور کے نزدیک آزاد مغفور کی رائے حرف بحرف صحیح ہے، مصحفی مین زبان دانی، مشاقی و پختگیِ کلام کے اوصاف بہ درجہ اتم موجود تھے، لیکن طبیعت شاعرانہ نہین پائی تھی، قواعدِ فن کے لحاظ سے ہر شعر کانٹے کی تول جچا تُلا ہوتا تھا، لیکن درد و گداز، جوش و خروش، نزاکت و لطافت تخیئل، برجستگی و بیساختگی کے جوہر عطیۂ فطرت ہوتے ہین، مشاقی و پرگوئی کسب و اکتساب سے اس محرومی کی تلافی نہین ہو سکتی، بہ حیثیت مجموعی ان کا نام اساتذۂ شعرائے اردو کی فہرست مین عرصۂ دراز تک زندہ رہے گا،

ذیل مین ان کے بلند و پست ہر قسم کے اشعار کا ایک مختصر انتخاب دیا جاتا ہے، جس سے ان کے رنگ تغزل و مثنوی گوئی کا کسی قدر اندازہ ہو سکے گا، قصائد کا رنگ بھی غزلیات ہی سے ملتا جلتا ہوا ہے، یعنی شکوہِ الفاظ، بلندیِ مضامین، صحتِ تراکیب مین کلام نہین، لیکن ساتھ ہی بندش کا ڈھیلا پن اور کلام کی بے تاثیری بھی موجود ہے،

---

[1] آب حیات ص ۲۹۷-۲۹۹،

رعایت لفظی ہے

بس آئینہ رو ہے طفل حجام — نہیں بن دیکھے اسکے دلکو آرام

ملا جب آئینہ کو ایسا نائی — بنائی چار ابرو کی صفائی

نہ کھینچے نامۂ مو اس کی تمثال — کہ ہے وہ عاشقوں کے ناک کا بال

آگیا خط پہ سر مو نہ گیا ناز ہنوز — ہے اسی ڈھب پہ نگاہ غلط انداز ہنوز

سبز پوشی کا تیری دیکھ کے جلوہ شب عید — شمع موی سے جلی سرو چمن کی بتی

پھول جھڑتے ہیں منہ سے اسکے سو ہزاروں مجھکو — گالیاں گر کبھی وہ غنچہ دہان دیتا ہے

سلاست و صفائی بیان

درد و غم کو بھی ہے نصیبہ شرط — یہ بھی قسمت سوا نہیں ملتا

۱۳ لہ شاعر غریب ہر زمانہ کے مذاق کو اپنا تبع کیونکر رکھ سکتا ہے، آج جو اشعار قابل مضحکہ سمجھے جائینگے، سو برس ادھر انھیں کو لکھنؤ میں شاعری کی جان سمجھا جاتا تھا،

کہتے ہو ایک آدھ کی ہے میرے ہاتھ موت — ہم بھی سمجھتے ہیں یہ سناتے ہو ہمکو کیا

نہ کہیں صبح ہی ہوتی ہے نہ خواب آتا ہے — رات کیا آتی ہے اک مجھ پہ عذاب آتا ہے

ہائے کعبہ سے پھرا ابتک نہ ہرگز مصحفی — اسکو واں کیا جانئے کس بت سے محبت ہو گئی

پردۂ خاک میں سو سوئے ہے جا کر افسوس — پردۂ رخ یہ کیا کیا ہے نمایاں لیکر

معاملہ بندی

میں عجب رسم دیکھی مجھے روز عید قربان — وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

آنکھ سیدھی نہیں کرتے کہ مقابل ہو نگاہ — آرسی ناز سے تو دیکھی ہے شرمائے ہوئے

کیا خطا مجھ سے ہوئی رات کہ اس کافر کا — میں نے خود چھوڑ دیا ہاتھ میں داماں لیکر

تب ہو عاشق کی شب وصل تسلی اے گل — مصرف بوسہ ہو جب گل دہن سرخ ترا

چین ہے کیونکہ مین سوؤن کہ شب وصل مجھے　　یاد آتا ہی وہ راتون کا جگانا تیرا

—— • ——

پاؤن پر پاؤن جو ہم سوتے مین رکھا شب اسکے　　کیا کڑے اوسکے الجھ کر کے لڑے پاؤن کے

—— • ——

لطف مضمون | تھا آپ ہی دیوان مرا نامۂ اعمال　　کاہی کو فرشتون نے لکھا نامۂ اعمال

—— • ——

کیا یار کے دامن کی خبر پوچھتے ہو ہم سے　　یان ہاتھ سے اپنا ہی گریبان گیا تھا

—— • ——

تو دیکھے تو اک نظر بہت ہے　　الفت تیری اس قدر بہت ہے

—— • ——

وعدۂ قتل سے رکھتا ہون دل اپنے کو مین تسّا　　کہ اسی وعدہ مین اک وعدۂ دیدار بھی ہے

—— • ——

وہ جی مین ہین نازان کہ مرا رعب تو دیکھو　　مین خوش کہ خیال نگہ دور کئے ہے

—— • ——

تھا اگر روز قیامت تو بھی ہم شادان ہوئے　　وہ جو اکدن اوسکے ملنے کا مقرر ہو گیا

روزمرہ | تیرے کوچہ ہر بہانہ مجھے دن سے رات کرنا — کبھی اِن سے بات کرنا کبھی اُن سے بات کرنا

غم کھاتا ہون جتنا مری نیت نہین بھرتی — کیا غم ہے مزہ کا کہ طبیعت نہین بھرتی

صبح کی شام ہوئی شام کی پھر رات ہوئی — یہی وعدہ ہین تو کب اونسے ملاقات ہوئی

آہ نکلی تو دل سے ہے لیکن — آہ کیا جی جلا کے نکلی ہے

پھر چاندنی کا لطف ہوا اور بھی دوچند — اک چاندنی بھی جبکہ شب ماہ کھنچ گئی
شب مصحفی سے دیکھ کے تجھکو کھنچا ہوا — ابرو بھی تیری اے بت گمراہ کھنچ گئی

تعلی | اور بنی کہکر سنا دیوے تو اچھی سی غزل — تازہ معنی کا تو آخر مصحفی خلاق ہے

کچھ مین جرات نہین ہون مصحفی سحر بیان — میر و مرزا سے لڑانے یہ غزل جاونگا

خاموش ہین ارسطو و فلاطون مرے آگے — دعوی نہین کرتا کوئی موزون مرے آگے

باندھے ہوئے ہاتھون کو بہ اُمید اجابت — رہتے ہین کھڑے سیکڑون مضمون مرے آگے

سب خوشہ رُبا ہین مرے خرمن کے جہان مین — کیا شعر پڑھیگا کوئی موزون مرے آگے

اُستاد ہون مین مصحفی حکمت کے بھی فن مین — ہے کودک نو درس فلاطون مرے آگے

تصوف کہین کہین صوفیانہ رنگ کے بھی اشعار کہے ہین، اور حق یہ ہے کہ جب کہتے ہین تو خوب کہتے ہین، ایک غزل کے چند شعر ملاحظہ ہون،

مخلوق ہون یا خالقِ مخلوق نما ہون — معلوم نہین مجھکو کہ مین کون ہون کیا ہون

ہون شاہد تنزیہ کے رُخسار کا پردہ — یا خود وہی مین شاہد ہون کہ پردہ مین چھپا ہون

ہستی کو مری ہستیٔ عالم نہ سمجھنا — ہون ہست تو پر ہستیٔ عالم سے جدا ہون

یہ کیا ہے کہ مجھ پر مرا عقدہ نہین کُھلتا — ہر چند کہ خود عقدہ و خود عقدہ کشا ہون

اے مصحفی شاہین ہین مری جلوہ گری مین — ہر رنگ مین ہین مظہر آثار خدا ہون

چند غزلون کے مسلسل اشعار

اس دل مین تیرے ملنے کا ارمان رہگیا — یہ دل تڑپ تڑپ کے مری جان رہگیا

سمجھے وہ مرغ خستہ مرے اضطراب کو — سینہ مین جس کے ٹوٹ کے پیکان رہگیا

نازان تھا اپنے حسن و صفائی پہ آئینہ
صورت کو تیری دیکھ کے حیران رہگیا

آیا یہ کار بخیۂ زخم اپنے ہاتھ سے
ثابت جو کوئی تار گریبان رہگیا

دنیا سے ہم چلے گئے ناچار مصحفی
اک یادگار اپنا یہ دیوان رہگیا

ہے یہان کسکو دماغ انجمن آرائی کا
اپنے رہنے کو مکان چاہیئے تنہائی کا

باغ مین اُگتے ہین وان سے گل رعنا تبک
جس جگہ سایہ پڑا تھا تری رعنائی کا

رہزن قافلۂ دل ہوئین جب وہ مژگان
پہلے اسباب لٹا صبر و شکیبائی کا

شیشۂ دل کو مرے چور کیا جو اوس نے
کیا لیا تھا مین بھلا گنبد مینائی کا

مصحفی اک غزل اس مردہ زمین مین لکھ اور
گر تجھے شعر مین دعویٰ ہی مسیحائی کا

جب واقف راہ و روش ناز ہوئے تم
عالم کے میان خانہ بر انداز ہوئے تم

نسبت تمہین کیا تازہ نہالان چمن سے
اب نام خدا سرو سرافراز ہوئے تم

مین تم سے نہ بولونگا کبھی اے لب بستہ
اوس بن بہ تبسم بھی اگر باز ہوئے تم

پہنے سے میان جامۂ گلدوز کے بر مین
طاؤس صفت اور بھی طناز ہوئے تم

اے مصحفی مرغان چمن رہگئے خاموش
جب باغ مین جا زمزمہ پرداز ہوئے تم

گر ابر گھرا ہوا کھڑا ہے — آنسو بھی تلا ہوا کھڑا ہے
حیران ہے کس کا جو سمندر — مدت سے رُکا ہوا کھڑا ہے
خلوت ہو کبھو تو یون کہے وہ — کوئی در سے لگا ہوا کھڑا ہے
تیرا ہی ہے انتظار اوس کو — ناقہ تو کسا ہوا کھڑا ہے
اے جان نکل کہ مصحفی کا — اسباب لدا ہوا کھڑا ہے

سچ ہے جی عشق کا بیمار برا ہوتا ہے — دل کا آزار ہی آزار بُرا ہوتا ہے
جی ہی لیجائے ہے فریاد و فغان کر کر کے — دام الفت کا گرفتار بُرا ہوتا ہے
جسنے دیکھا تجھے قبضہ پہ دھرے ہاتھ کہا — ہائے اس وضع کا خونخوار بُرا ہوتا ہے
اسکا پینا نہین مقدور ہر اک کا ساقی — عشق کا ساغر سرشار بُرا ہوتا ہے
آپکو مار ہی مرتا ہی مین دیکھا ہی بہت — مصحفی عاشق ناچار بُرا ہوتا ہے

بحر المحبّت

اور

دریاے عشق

بحرُ المحبّت کی تالیف سے قبل میر تقی میر کی مثنوی دریاے عشق شائع ہوچکی تھی مصحفی نے اسی نمونہ کو سامنے رکھکر بحرِ سخن مین شناوری کی ہے، اور کمال فیاضی و فراخدلی سے میر صاحب کے حق تقدم و مرتبۂ کمال کا اعتراف کیا ہے، ابتدا مین فرماتے ہین ؎

گرچہ ہے کلکِ میر نادر کار ———— تو بھی ندرت کو اپنی کر اظہار (۹)

خاتمہ پر دوبارہ کہتے ہین،

قصّہ ہے ایک اور دو نامہ ———— جیسے اک شخص کے ہون دو جامہ (۳۵۴)

میر صاحب نے پہلے نظم کیا ———— مین نے بعد انکے ریزہ پر زر کیا (۳۵۵)

جیسے میرون مین شان ہے کچھ اور ———— ہم فقیرون مین شان ہے کچھ اور (۳۵۸)

دونون کا پلاٹ ایک ہے طرزِ بیان ایک ہے وزن ایک ہے، اور چونکہ زمانہ تالیف ایک ہے اسلیے زبان بھی قدرۃً ایک ہے۔ یہانتک کہ کہین کہین الفاظ بھی متحد ہوگئے ہین،

میر صاحب نے شروع کے ۲۲ شعروں میں عشق کے عام کارنامے بیان کئے ہیں مثلاً

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال ہر جگہ اوسکی اک نئی ہے چال
دل میں جا کر کہیں تو درد ہوا کہیں سینہ میں آہ سرد ہوا
کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا کہیں سر میں جنون ہو کے رہا
کسو چہرہ کا رنگ زرد ہوا کسو محمل کے آگے گرد ہوا،
کبھو افغانِ مرغِ گلشن تھا کبھو قمری کا طوق گردن تھا

مصحفی کے ہاں بھی تمہید کے ۱۲ شعر اسی رنگ کے ہیں،

آغاز داستان میں میر صاحب اپنے ہیرو کا تعارف اس طرز و انداز سے کرتے ہیں:

اک جا اِک جوان خوش رعنا لالہ رخسار سرو بالا تھا
عشق رکھتا تھا اوسکی چھاتی گرم دل وہ رکھتا تھا موم سے بھی نرم
شوق تھا اوسکو صورت خوش سے انس رکھتا تھا وضع دلکش سے
تھا طرحدار آپ بھی لیکن وہ نہ سکتا تھا اچھی صورت بن
دیکھتا گر کوئی وہ خوش پرکار رہتا خمیازہ کش ہی لیل و نہار
سر میں تھا شوق، ذوق دل میں تھا عشق ہی اوسکے آب و گل میں تھا

مصحفی کا ہیرو بھی ٹھیک ایسا ہی عاشق مزاج و حسن پرست ہے (شعر ۱۳-۲۱)

دونون ہیرو عاشق بھی بالکل ایک ہی طریقہ سے ہوتے ہین یعنی سیر چمن سے واپسی کے بعد نگاہ ایک رہگذر مین کسی بالاخانہ پر جاتی ہے، اور طرفین کے دل فوراً بسمل ہوجاتے ہین، میر صاحب فرماتے ہین ؎

دیکھ گلشن کو نا امیدانہ — منھ کیا ان نے جانب خانہ
ناگہ اک کوچہ سے گزار ہوا — آفت تازہ سے دوچار ہوا
ایک غرفہ سے ایک مہ پارہ — تھی طرف اوس کے گرم نظارہ
پڑگئی اوس پہ اک نظر اوسکی — پر نہ آئی اُسے خبر اوس کی
ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ — صبر رخصت ہوا اک آہ کیساتھ

ٹھیک یہی کیفیت بحر المحبت کے ہیرو کو بھی پیش آئی ہے، (ص ۲۳-۳۰)

کچھ دیر کے بعد دریاے عشق کی ہیروین، اُٹھ کر چلی جاتی ہے، عاشق صاحب خاک پر لوٹنے لگتے اور خون جگر پینے لگتے ہین ؎

جھاڑ دامن کے تئین وہ مہ پارہ — اوٹھ گئی سامنے سے یکبارہ
دل پر کرنے لگا طپیدن ناز — رنگ چہرہ سے کر چلا پرواز
طبع نے اک جنون کیا پیدا — اشک نے رنگ خون کیا پیدا
بستر خاک پر گرا وہ زار — درد کا گھر ہوا دل بیمار

مصحفی نے اس کوچہ مین بھی ایک ایک قدم میر صاحب کے قائم کئے ہوئے راستہ پر اٹھایا ہے، (شہ ۳۲، ۴۴)

میر صاحب اپنے ہیرو کی شوریدہ سری کی تصویر یون کھینچتے ہین ؎

خو ہوئی نالۂ حزین کے ساتھ
رابطہ آہِ آتشین کے ساتھ

ہونٹھ سوکھے تو خون ناب ملا
خواب اور خور دونون کو جواب ملا

کچھ کہا گر کسو نے شفقت سے
رو دیا اوس نے ایک حسرت سے

جا کے اوس کے قریب در بیٹھا
قصد مرنے کا اپنے کر بیٹھا

دل نہ سمجھا کہ اضطراب کیا
شوق نے کام کو خراب کیا

جو کہ سمجھے تھے اس کو دیوانہ
رحم کرتے تھے آشنا یا نہ

عاشق اس کو کسو کا جان گئے
سب بُرا اِس ادا سے مان گئے

مصحفی کا ہیرو اس حیثیت سے بھی اپنے پیشرو کا گویا بالکل مثنیٰ تھا، (شہ ۴۸، ۵۰)

میر صاحب کے ہیرو کے عشق کا چرچا جب پھیلتا ہے، تو معشوقہ کے اہل خاندان سخت برہم ہوتے ہین، اور عاشق کے قتل کا قصد کر بیٹھتے ہین، لیکن عاقبت اندیشی نتائج سے ڈراتی ہے، اسلیے رائے یہ قرار پاتی ہے، کہ اسے دیوانہ قرار دے کر ہر طرح ذلیل و خوار و رسوا کیا جائے، اور زد و کوب کی سخت سے سخت سزائین دیجائین،

چنانچہ اس تدبیر پر پورا عمل کیا جاتا ہے، سہ

واسطے اوسکے بھی بدگمان ہوئے | درپئے دشمنیِ جان ہوئے
مشورت تھی کہ مار ہی ڈالین | دفعتہً اس بلا کو یون ٹالین
پھر یہ ٹھہری کہ ہونگے ہم بدنام | سُنکے آخر کہین گے خاص و عام
کیا گنہ تھا کہ یہ جوان مارا | کس نے مارا اسے کہان مارا
کیجئے ایک ڈھب سے اسکو تنگ | تا نہ عائد ہو اپنی جانب ننگ
تہمت خبط رکھئے اس کے سر | کیجئے سنگسار اس کو پھر
دیکھے دیوانہ اس جوان کو قرار | ہوگئے سارے درپئے آزار
ایک نے سخت کہہ کے تنگ کیا | ایک نے اُسکے زیرِ سنگ کیا
کی اشارت کہ کودکانِ شہر | آئے لبریز غصہ و پُر قہر

قریب قریب یہی سرگذشت بحر المحبت مین بھی سلے گی، (ش ۶۱-۹)

لیکن یہ تمام سنگساری و خاکباری بالکل بے اثر رہی عاشق خیالِ یار مین محو و مست تھا اُسے کسی سختی کی مطلق پروا نہ تھی عشق کی شوریدگی برابر بڑھتی گئی، سہ

گرچہ ہنگامہ اوسکے سر پر تھا | لیک روئے دل اسکا اودھر تھا
محو تھا اس کے یہ خیال کے بیچ | تھا گرفتار اپنے حال کے بیچ

ہونٹھ پر حُسن کا بیان اوس کا | تھا سرِ دسنگ آستان اوسکا
جی مین کہتا کہ آہ مشکل ہے | اس طرف یک نگاہ مشکل ہے
بس تغافل ہوا ترحم کر | گوش دل جانب تظلم کر
کون کہتا ہے رہ نہ محو ساز | پر نہ اتنا کہ جی سے جائے نیاز

میر صاحب نے اس داستان کو بہت پھیلا کر لکھا ہے مصحفی اس میدان مین بھی بالکل انھین کے نقش قدم پر چلے ہین، اور حق یہ ہے کہ بعض اشعار بہت ہی خوب نکالے ہین۔ لڑکی والون نے جب دیکھا کہ یہ وار خالی گیا اور رسوائی روزافزون ہے، تو رائے یہ قائم کی کہ صاحبزادی کو اپنے ایک عزیز کے ہان منتقل کردین، جنکا مکان دریا کے پار تھا، چنانچہ ایک جہان دیدہ دایہ کو ہمراہ کرکے لڑکی رخصت کر دیا میر صاحب فرماتے ہین۔ ؎

عشق بے پردہ جب فسانہ ہوا | مضطرب کد خدائی خانہ ہوا
گھر مین جا بہر دفع رسوائی | بیٹھ کر مشورت یہ ٹھہرائی
یان سے یہ غیرت مہ تابان | جا کے چندے رہے کہین پنہان
شب محافہ مین کرکے اس کو سوار | ساتھ دی ایک دایۂ غدّار
پار دریا کے جلد رخصت کی | اس طرح فکر دفع تہمت کی

گھر تھا اک آشنا کا تہ نگاہ — واں ہو روپوش تا یہ غیرت ماہ

مصحفی کی ہیروین کے لیے بھی بعینہ یہی تدبیر عمل میں لائی گئی، لیکن اس ٹکڑے کے بیان میں میر و مصحفی کی داستان میں کسی قدر فرق ہے۔ میر صاحب کے ہاں خاندان والوں نے لڑکی کو خاموشی کے ساتھ یک بیک رخصت کر دیا ہے، بہ خلاف اسکے مصحفی کے ہاں جہاں لڑکی کی رخصتی دکھائی گئی ہے، وہاں لڑکی والوں کی دماغی و نفسی کیفیات کی بھی پوری تشریح ملتی ہے اور یہ اضافہ مصحفی کے کمال کی دلیل ہے۔ بحر المحبت کے اشعار ذیل ملاحظہ ہوں ؎

وارث اس نازنین کے دیکھ یہ چال — لائے سو سو طرح سے دل میں خیال (شعر ۱۱۶)

جب نہ بن آئی اور کچھ تدبیر — یہی سوچے کہ اب بلا تاخیر (۱۱۷)

یاں سے لیجا کے اس صنم کے تئیں — چندے پوشیدہ رکھیں اور کہیں (۱۱۸)

پار دریا کے اک ٹھکانا تھا — ان کا کوئی وہاں یگانہ تھا (۱۲۰)

ان سے اور ان سے تھی شناسائی — دوستی یکدلی و یک جائی (۱۲۱)

اعتماد و یگانگت بھی تھا — اتحاد و موانست بھی تھا (۱۲۲)

شاہد مہر جب ہوا روپوش — اور شب آئی ہو گلیم بدوش (۱۲۳)

ایک محافہ میں کر سوار اسے — ساتھ دایہ کے بھیجا پار اوسے (۱۲۴)

کہدیا یون کہ یان یہ رشک بہار | ان دونون راتدن ہے تھی زار (۱۲۵ شت)
خود بخود اسکے دل پہ غم تھا کچھ | بے جہت متصل الم تھا کچھ (۱۲۶)
دن کو بستر پہ زار رہتی تھی | شب کو اختر شمار رہتی تھی (۱۲۷)
خواب اور خور مین آگیا تھا قصور | اوس کو تبدیل مکان تھا ضرور (۱۲۸)
اسلیے ہم نے اوس کو وان بھیجا | کہ بیابان کی راس آئے ہوا (۱۲۹)

ناظرین دونون مثنویون کا مقابلہ کرکے پڑھین تو خود نظر آجایگا کہ اس موقعہ پر مصحفی کا بیان بہت زیادہ نفسیّات بشری کے مطابق ہے،

گھر سے محافہ جونہی نکل کر روانہ ہوا ہے عاشق کو بھی خبر ہوگئی ہے، اور وہ ساتھ ہو لیا ہے، میر و مصحفی دونون نے اس موقع پر جذبات عشق کی تشریح کی ہے، میر صاحب فرماتے ہین ؎

گھر سے باہر محافہ جب نکلا | اوس جوان پاس ہوکے تب نکلا
طپش دل سے ہو کے یہ آگاہ | ہو لیا ساتھ اس کے بھر کر آہ
جس سے جی کو کمال ہو الفت | جس سے دلکی درست ہو نسبت
جنبش اوسکی پلک کو گردان ہو | دل مین یان کاوش نمایان ہو
یار کو درد چشم گر ہو وے | چشم عاشق لہو مین تر ہووے

مصحفی نے ان واردات قلب کی تصویر زیادہ تفصیل اور خوش اسلوبی کے ساتھ کھینچی ہے، (بحر المحبّت شعر ۱۳۲ تا ۱۶۱)

بالآخر جب طاقت ضبط نہ رہی، تو دل کے جذبات زبان پر آگئے، دریائے عشق میں ہے ؎

رفتہ رفتہ سخن ہوئے نالے — اڑنے لاگے جگر کے پر کالے
اضطراب دلی نے زور کیا — دل نے بے اختیار شور کیا
دل کے غم کو زبان پر لایا — آفت تازہ جان پر لایا
کائے جفا پیشہ و تغافل کیش — اک نظر سے زبان نہیں کچھ بیش
منھ چھپایا ہے تو نے اس پر بھی — نگہ التفات ادھر بھی

اس طرح کے بہت سے اشعار ہیں مصحفی کے ہاں یہ نقش ہاں ذرا اور اجاگر ہو گیا ہے، (شعر ۱۶۲-۱۷۰)

دایہ ایک ہی جہان دیدہ تھی، یہ آواز سنکر وہ عاشق کو اپنے پاس بلاتی ہے، اور امید وصل دلا کر اسے اپنے ہمراہ کشتی پر بٹھا لیتی ہے، ؎

گوش زد دایہ کے ہوئے یہ سخن — تھی وہ اُستاد کار حیلہ و فن
پاس اوس کو بُلا، تسلّی کی — وعدۂ وصل سے تشفی کی

زار نالی نہ کر شکیبا ہو　　عشق کا راز تا نہ رُسوا ہو
سخت دل تنگ تھی یہ غیرت ماہ　　قطع تجھ بن نہ ہو سکی تھی راہ
بزم عشرت کرینگے باہم ساز　　ہو جیو اپنی دوست کا دمساز
دیکر اس کو فریب ساتھ لیا　　دلِ عاشق کو اپنے ہاتھ لیا

مصحفی کے ہان یہی حکایت کسی قدر تفصیل کے ساتھ دہرادی گئی ہے، ثنت ۱۷۳-۱۸۷
جان باختہ عاشق، محافہ کے ہمراہ کشتی پر سوار ہو لیا، دایہ کا مقصد بہانہ سے اسکی جان لینا تھا جب کشتی وسطِ آب مین پہنچی، تو دایہ نے معشوقہ کی جوتی دریا مین پھینک دی، اور عاشق سے کہا، کہ اگر پاس عشق و دعویٰ محبت ہے تو اس جوتی کو نکال لا، اور اگر جان عزیز ہے، تو خواہ مخواہ عاشقی کو کیون بدنام کیا ؟

میر صاحب ارشاد کرتے ہین،

بیچ دریا کے دایہ نے جا کر　　کفش اس گُل کی اوسکو دکھلا کر
پھینکی پانی کی سطح پر یک بار　　اور بولی کہ او جگر افگار
حیف تیری نگار کی پاپوش　　موج دریا سے ہوئے ہم آغوش
غیرتِ عشق ہے تو لا اوسکو　　چھوڑ مت یون برہنہ پا اسکو
اس طرف آپکے اوترنا ہے　　اس نواحی کی سیر کرنا ہے

پاؤں اسکے جو ہیں فگار آلود
ظلم ہے ہوئیں گر غبار آلود

جس کف پا کو رنگ گل ہو بار
منصفی ہے کہ خار سے ہو فگار

ان پہ نرمی میں گل سے ہوں جو بڑے
آبلہ چشم کو سیاہ کرے

یہ روا ہے تو اپنے حال پہ رو
مفت ناموس عشق کو مت کھو

جی اگر تھا عزیز اسے ناکام
کیوں عبث عشق کو کیا بدنام

مصحفی نے دریا کے بہت سے اشعار حیلۂ زنان۔ (ش ۱۹۲-۱۹۵) جوش دریا (ش ۲۰۲-۲۱۲) وغیرہ سے متعلق اضافہ کئے ہیں، اس کے بعد دایہ کی اس چال کا ذکر کیا ہے (ش ۲۲-۲۲۳) مصحفی نے اس موقع پر جو نکتہ بلاغت مرعی رکھا ہے، وہ خاص طور پر قابل لحاظ ہے، دریا میں جوتی پھینکنے کے بعد میر صاحب نے دایہ کی زبان سے ایک طویل تقریر نقل کر دی ہے جو آٹھ شعروں میں آئی ہے اور جس میں طرح طرح کے واسطہ دلا کر عاشق کو اوس کے نکال لانے پر اوکسایا ہے، مصحفی نے اس ساری تقریر کے بجائے اس مفہوم کو صرف تین لفظوں میں ادا کر دیا ہے۔

"ہاں میاں لینا"

بلاغت کے رمز شناس جانتے ہیں کہ یہ طریق ادا اس موقع کے لیے کتنا مناسب و مؤثر ہے، طویل تقریر کے لیے اس موقع پر نہ وقت نکل سکتا تھا، اور نہ ایسے جانباز

عاشق کے لیے مطلق حاجت تھی، کہ اسے غیرت دلا کر اس کے لیے آمادہ کیا جائے اس کے لیے تو صرف چشم و ابرو کا اشارہ کافی ہو سکتا تھا مصحفی نے ساری روداد تین شعروں میں بجائے میر تقی کے گیارہ شعروں کے قلمبند کر دی ہے،

پہنچی کشتی جو بیچ مین اک بار | ہوئی سرگرم حیلہ و غدار (ش ۲۲۰)
امتحاناً بروئے سطح آب | یعنی کفش اپنی ہی کی پرتاب (ش ۲۲۱)
تھا جو منظور اوسکو جان لینا | پھر کہا یہ کہ ہان میان لینا (ش ۲۲۲)

میر صاحب کے عام مرتبۂ استادی مین کس کو شبہہ ہو سکتا ہے، لیکن اس موقع پر مصحفی نے ان سے بڑھکر اپنے کمال کا ثبوت دیا ہے، بہرحال کفش کے گرتے ہی جوان دریا مین کودا، کودتے ہی ڈوبا، اور ایسا ڈوبا کہ پھر نعش تک نہ ادبھری،

میر صاحب اس غرقابی پر یون آنسو بہاتے ہین ؎

کھنچ گیا قعر کو وہ گوہر ناب | تھی کشش عشق کی مگر تہ آب
کہتے ہین ڈوبتے اوچھلتے ہین | ڈوبے ایسے کوئی نکلتے ہین
ڈوبے جو یان کہین وہ جا نکلے | غرق دریائے عشق کیا نکلے

مصحفی نے یہان بھی ذرا زیادہ تفصیل سے کام لیا ہے، اور عشق کی عام قربانیون پر توجہ کیا ہے (ش ۲۲۳-۲۲۹)

لڑکی نے چند روز (بہ قول میر صاحب کے ایک ہفتہ) کے بعد دایہ سے کہا کہ
جو باعث رسوائی تھا، وہ تو غرق ہی ہوگیا، مجھے گھر واپس لے چلو، یہاں میری طبیعت
کو اور وحشت ہوتی ہے، اب گھر چلنے مین کیا مضائقہ ہے،

قصہ کوتاہ بعد یک ہفتہ | آ کے وہ رشک مہ زخود رفتہ
کہنے لاگی کہ اب تو اے دایہ | ہوگیا غرق وہ فسردہ مایہ
اب تو ڈھنگ درمیان سے گیا | آرزومند اس جہان سے گیا
شور فتنے تھے اس تلک سارے | اب تو بدنامیان نہین بارے
مصلحت ہے کہ مجھکو لے چل گھر | ایک دو دم رہینگے دریا پر

مصحفی نے اس تقریر کو زیادہ شرح و بسط کے ساتھ ادا کیا ہے، (۲۵۵ - ۲۶۰)
البتہ اس سلسلہ مین انکا ایک شعر کسی قدر توضیح طلب ہے، وہ فرماتے ہین کہ،

ایک دن دایہ سے کہا آکر | مجھکو اکثر رہے ہے درد جگر ش۲۵۵
گھر کو لے چل کہ جس کا تھا خطرہ | ابتو وہ مدعی جان نہ رہا ش۲۵۶
کون جانے ہے وہ کدھر کو گیا | مر گیا یا کسی نگر کو گیا ش۲۵۷

لڑکی کو اس جوان کے غرق ہو جانے کا اچھی طرح علم تھا، پھر اس کا شک و اشتباہ
کے لہجہ مین یہ کہنا کہ خدا معلوم وہ کہان گیا، زندہ بھی ہے یا کسی شہر کو چلا گیا، صرف

یہ معنی رکھتا ہے کہ لڑکی نے اپنے تئین جوان کے انجام سے قصداً انجان بنایا، تاکہ دایہ کو ذرا بھی بدگمانی نہ پیدا ہو سکے،

دایہ اگرچہ بڑی جہاندیدہ و پختہ کار تھی، تاہم اسکی معاملہ فہمی و زیرکی، عشق کی نیرنگیون اور کارسازیون کا مقابلہ نہ کر سکی، لڑکی کی اس خواہش کو اس نے بخوشی منظور کر لیا اور کہا کہ بیشک اب گھر چلنا چاہیئے، سب اعزہ کا دل خوش ہوگا، میر صاحب:-

دایہ بولی کہ اے سراپا ناز ۔۔۔ حسن کا تیرے در پہ روئے نیاز
کون مانع ہے گھر کے چلنے کا ۔۔۔ سدرہ کون ہے نکلنے کا
ہو محافہ مین دل خوشی سے سوار ۔۔۔ شاد شادان کر آب سے تو گزار
دل سے اپنے پدر کے غم کم کر ۔۔۔ مادر مہربان کو خرم کر
کر ملاقات ہمدمون سے تو ۔۔۔ گرم بازی ہو محرمون سے تو

سحر البیان مین بھی یہی مضمون دُہرایا گیا ہے (ش ۲۷۔۲۶) اور عشق کی فریب کاریون اور سحر طرازیون کا راگ، سوز و گداز کی لے مین الاپا گیا ہے (ش ۲۷۔۲۹)

غرض روانگی ہوئی، دوپہر کو کشتی وسط دریا مین پہنچی، اس وقت لڑکی ظاہری بھولے پن کے کیساتھ دایہ سے دریافت کرتی ہے، کہ ذرا بتانا تو وہ شخص کس مقام پر ڈوبا تھا ۔

حرف زن یون ہوئی کہ اے دایہ
یان گرا تھا کہان وہ کم مایہ

موج سے تھا کدھر کو ہم آغوش
تھا تلاطم سے کس طرف ہم دوش

تجھکو آیا نظر کہان آکر
پھر جو ڈوبا تو کس جگہ جا کر

مجھکو دیجیو نشان اوس جا کا
مین بھی دیکھون خروش دریا کا

بحر المحبت مین اس گفتگو کے علاوہ وہ تقریر بھی درج ہے، جو پردہ نشین محبوب نے اس موقع پر زبان حال سے اپنے غرق شدہ عاشق سے کی ہے۔ (ش ۲۰۸-۲۱۶) اور یہ اضافہ قدرۃً پُر تاثیر ہے،

دایہ اس مقام کا نشان دیتی ہے، محافہ نشین بلا تامل کود پڑتی ہے اور چشم زدن مین غرق ہو جاتی ہے ؎

سنتے ہی یہ کہان کرکر
گر پڑی قصد جان کر کر

موج ہر اک کمند شوق تھی آہ
اس کو بزنگ مار سیاہ

حسن موجون مین یون نظر آوے
نور مہتاب جس سے لہرائے

کشش عشق آخر اس مہ کو
لیگئی کھینچتی ہوئی تہ کو

بحر المحبت مین اس حکایت کو بہ تغیر الفاظ نقل کر دیا ہے، ش ۲۲۱-۲۳۲

ملاحون اور پیراکون نے بچانے کی انتہائی کوشش کی، مگر ناکام رہے، نعش

تک نہ پا سکے، دایہ سر پیٹتی ہوئی گھر آتی ہے، اعزہ حادثہ کی خبر سنتے ہین، اور سب کے سب ماتم کرتے لب دریا پہنچتے ہین ؎

کو دسے غواص آشنا سارے | تا بہ مقدور دست و پا مارے
کھینچ کے آہ سب ہوئے بیتاب | نہ لگا ہاتھ وہ دُر نایاب
سر پٹکتی جو گھر گئی دایہ | آفت تازہ لے گئی دایہ
اب و عم مادر و برادر سب | خاک افشان بہ سر و نالہ بہ لب
سوئے دریا روان ہوئے گریان | آتش غم دل و جگر بریان

مصحفی کے اوراق مین، اس منظر کی بھی مصوری اور زیادہ وضاحت و تاثیر کے ساتھ کیگئی ہے، (شش ۳۳۳-۳۳۹)

بالآخر دریا مین جال ڈالے گئے ہین حبیب و محبوب دونون کے جسم ایک دوسرے سے ہم آغوش نکلے ہین، اور یہی اس ٹریجڈی (افسانۂ غم) کا آخری سین ہے ؎

دام داردن سے سب نے کام لیا | آخر اون کو اسیر دام کیا
نکلے باہر و سے مو سے نکلے | دونون دست و بغل ہوئے نکلے
ایک کا ہاتھ ایک کی بالین | ایک کے لب کو ایک سے تسکین

جو نظر اُن کو آن کرتے تھے — ایک قالب گمان کرتے تھے

کیون نہ دشوار ہوئے انکا فصل — جان دیگر ہوا ہو جسکا وصل

مصحفی کے مرثیہ مین بھی مقطع کا بند یہی ہے اش ۲۴۱-۱۳۵

تصریحات بالا سے معلوم ہوا ہو گا کہ میر و مصحفی دونون نے ایک ہی بحر مین شاعری کی ہے، میر کی افضلیت و اوّلیت تمام اردو شاعرون کے مقابلہ مین مسلّم ہے، لیکن اس مخصوص میدان مین جیساکہ اوپر کئی بار اشارہ کیا جاچکا ہے، مصحفی کا پلہ جھکتا ہوا نظر آتا ہے، اس کا سبب خواہ یہ ہوا کہ اُن کے سامنے ایک نمونہ پیشتر سے موجود تھا، اور اور نقش ثانی نقش اوّل کے مقابلہ مین آسان تر و بہتر ہوتا ہے، خواہ کچھ اور ہو، واقعہ بہرصورت یہ ہے کہ مصحفی کی مصوری مقتضاے حال سے قریب تر اور جذبات بشری کے زیادہ مطابق ثابت ہوئی،

باانیہمہ میر پھر میر ہین، اُنکے قلم سے متعدد اشعار اس قدر دل نشین اور ڈھلے ہوئے نکلے ہین، اور جنمین اس مخصوص افسانہ سے قطع نظر کرکے عام واردات قلب اس خوبی سے بیان ہوگئے ہین کہ بے اختیار زبانون پر چڑھ گئے ہین، اور فرط قبولیت سے قریب ہے کہ ضرب المثل کے درجہ تک پہنچ جائین، مثلاً

تاثیر عشق — عشق جو تازہ کارتازہ خیال — ہر جگہ اسکی اک نئی ہی چال

دل میں جا کر کہیں تو درد ہوا　　کہیں سینہ میں آہ سرد ہوا

حسن کا اثر قلب عاشق پر،

تھی نظر یا کہ جی کی آفت تھی　　وہ نظر بھی وداع طاقت تھی
ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ　　صبر رخصت ہوا اک آہ کیساتھ
بیقراری نے کچ ادائی کی　　تاب و طاقت نے بیوفائی کی
ہاتھ جانے لگا گریبان تک　　چاک کے پھیلے پاؤں دامان تک
خو ہوئی نالۂ حزین کے ساتھ　　رابطہ آہ آتشین کے ساتھ

عشق کی ازلی حرمان نصیبی

کہتے ہین ڈوبتے اوچھلتے ہین　　ایسے ڈوبے کوئی نکلتے ہین
ڈوبے جو یان کہین وہ جا نکلے　　غرق دریاے عشق کیا نکلے

حسن و عشق مین مناسبت،

یار کو درد چشم گر ہوئے　　چشم عاشق لہو مین تر ہوئے
چاک دامن ہے وان پئے زینت　　یان گریبان ہو چاک گل کی صفت
وان دہن تنگ یان ہو دلتنگی　　حسن اور عشق مین ہے یکرنگی

مصحفی کے ہان بھی اس نوعیت کے اشعار نکل آئین گے، لیکن کمتر،

مثنوی

بحر المحبت[۱]

۱ لب زخم قلم ذرا وا ہو — تا کہین تجھ سے نالہ پیدا ہو
۲ ساتھ کاغذ کے عشق بازی کر — یعنی کچھ داستان طرازی کر
۳ کسی خستہ جگر کے حال کو لکھ — کسی سرو روان کی چال کو لکھ
۴ ناشکیبی کسی کی دکھلا دے — دلفریبی کسی کی لکھوا دے
۵ کہین پیچاک[۲] آہ کر تحریر — دے بنا زلف کی کہین زنجیر
۶ قصۂ عشق لیلی و مجنون — گرچہ کچھ اس قدر نہ تھا مضمون
۷ تیری طراحیون[۳] سے دور کھنچا[۴] — کئی اہلِ سخن نے اسکو لکھا[۵]
۸ مبتذل عشق کا نہ ہو مضمون — عشق موزون کو پھر[۶] بھی کر موزون

---

۱ "بحر المحبت مصحفی بجواب دریاے عشق میر تقی" (ب) ۲م "پنچاک" (الف) "تبخال" (حاشیہ الف) "پیچاک" (ب) ۳ "طراضیون" (ب) ۴ "کھچا" (ب) ۵ "کہا" (ب) ۶ "تو" (ب)

۹ گرچہ (ہے کلک میر نادر) کارﷺ ۸ — تو بھی ندرت کو اپنی کر اظہار

۱۰ جن مقامون میں۹ رنگ کم ہی بھرا — دے ذرا اور بھی تو حسن۱۰ ملا

۱۱ سطح کاغذ پہ کھینچ وہ تصویر — جس سے۱۱ حیران رہیں صغیر و کبیر

۱۲ رمز عشق القصہ جتا دے تو — معجزہ اپنا تک دکھا دے تو

آغاز داستان آن جوان۱۲

۱۳ ایک جا اک جوان خوش ظاہر — تھا نپٹ۱۳ فن عشق سے ماہر

۱۴ دل پہ صدمے بہت اٹھائے تھے — داغ پر داغ اس نے کھائے تھے

۱۵ اس کی نظرین چڑھی تھیں۱۴ لاکھ نگاہ — دیکھیاں تھیں ہزار چشم سیاہ

۱۶ بہ تقاضائے عشق سنجیدہ — لیکن اُس پر (بن) تھا وہ نادیدہ

۱۷ گر کہیں روئے خوش نظر آتا — نوک مژگان تا ک جگر آتا

۱۸ ہو کے ممنون۱۵ ناشکیبی شوق — تھا نظر باز دل فریبی شوق

۱۹ تپش۱۶ دل کو راہ تھی اس سے — چشم حیرت نگاہ تھی اس سے

---

۸ "کلک مرد نادرہ" (ب) ۸ یعنی میر تقی کی مثنوی دریائے عشق درہمین مضمون گفتہ اند، عالا مکرر شدہ"

(الف حاشیہ) ۹ "یہ" (ب) ۱۰ "رنگ" (ب) ۱۱ "پہ" (ب) ۱۲ ب میں عنوان غائب، خالی جگہ چھوٹی ہوئی ۱۳ "گیا دیپہ گھماؤ" (ب) ۱۴ "چڑھیں تھیں" (ب) ۱۵ "مجنون" (ب) ۱۶ "طپش" (ب)

گاہ گلزار کی طرف جاتا | جی کو گل پھول ساتھ بہلاتا ٢٠

گاہ کرتا نظارۂ در و بام | گاہ تھا کوچہ گردی اُسکا کام ٢١

از دحامِ[17] (زنان)[18] جہان ہوتا | آپ ہو کر وہان روان ہوتا ٢٢

کیا کہون ایک دن وہ خوش پرکار | کر کے سیر چمن بفصلِ بہار ٢٣

گھر کو آتا تھا عشق بازانہ | گل بدستار (نوجوانانہ)[19] ٢٤

کہ کسی کوچہ مین جو جا نکلا[20] | اس کے بھی دل کا مدعا نکلا[21] ٢٥

دل تھا اس کا[22] جو عشق آمادہ | ہو گیا اک جگہ پہ دلدادہ ٢٦

یعنی اک نازنین گل رخسار | ہوئی غرفہ مین اُس سے آکے دوچار ٢٧

اس کی آنکھ اُس پہ اسکی اس پہ پڑی | یکدگر جب بہم نگاہ لڑی ٢٨

جون یہ اس کے سما گئی جی مین | وون کچھ اسکے بھی آ گئی جی مین ٢٩

دل نے جب (لگ کے)[23] راہ پیدا کی | لب خاموش نے (آہ)[24] پیدا کی ٣٠

حوصلہ خون (مژہ سے ہو کے بہا)[25] | ضبط پر ضبط (کچھ نہ اس کا)[26] رہا ٣١

---

[17] "ازدہام" (ب) .... [18] زنان (الف) [19] "نوجوان یانہ" (الف) [20] "ایک کوچہ سیتے جو جا نکلا" (ب) [21] "اسکے دل کا بھی مدعا نکلا" (ب) [22] "دل جو تھا اسکا" (ب) [23] "م تک کے" (ب) [24] م

[25] "ہو مژہ پہ بہا" (ب) [26] "اسکا کچھ نہ" (ب)

۳۲ آنکھین بے اختیار بھر آئین | پلکین ندیان سی کچھ (نظر آئین[۲۷])
۳۳ اشک آمائلِ نظارہ ہوئے[۲۸] | جگر و دل ہزار پارہ ہوئے
۳۴ طائرِ رنگ کر گیا پرواز | ہو گیا صعوہ صیدِ چنگلِ باز
۳۵ لب کو دندان کے ساتھ ربط ہوا | لوگ سمجھے کہ اس کو خبط ہوا
۳۶ دل کے ٹکڑے جگر کے پرکالے | آنکھون نے اُسکے آگے لا ڈالے
۳۷ مجب کہ مانند تیر خوردہ شکار | وان سے جنبش ہوئی اسے دشوار
۳۸ دیکھ اُسے رفتہ دل بصد انداز | اُٹھی غرفہ سے وہ سراپا ناز
۳۹ پہلے شعلہ سا کچھ بلند ہوا | پھر وہ غرفہ (مین وہین[۲۹]) بند ہوا
۴۰ ورقِ غرفہ مین جو تھی تصویر | صاف غائب ہوئی وہ بدرِ منیر
۴۱ جون ہی نظرون سے چھپ گیا[۳۰] وہ ماہ | نظر آیا جوان کو روزِ سیاہ
۴۲ جان مضطر ہو تن سے جانے لگی | بیخودی مین غشی سی آنے لگی
۴۳ خشکی دوڑی جگر سے تا بہ زبان | اشک آ ہی گئے سرِ مژگان
۴۴ بسکہ[۳۱] حال اس گھڑی تباہ ہوا | متصل صرف[۳۲] آہ آہ ہوا
۴۵ پاسِ ناموس کا اُٹھا کھٹکا | سر کو اس آستان پہ[۳۳] دے پٹکا

---

۲۷ م، ۲۸ "اشک" (ا) "مائل نظارہ ہوئے" (الف)، ۲۹ "وہین" (ب)، ۳۰ "گئی" (ب)، ۳۱ "یون جو" (ب)، ۳۲ "حرف" (ب)
۳۳ "دے" (ب)

شیشۂ دل کو چور چور کیا — پیرہن چاک کر کے دور کیا ۴۶
گئی سو بار سوئے غرفہ نگاہ — پر نہ آئی نظر وہ غیرت ماہ ۴۷
تپش[34] دل نے بات ہی کھو دی — بیقراری نے گھات ہی کھو دی ۴۸
جان ہونٹوں پہ آئی آہ کے ساتھ — لوہو[35] آنے لگا نگاہ کے ساتھ ۴۹
سوزش دل دوچند ہونے لگی — سر سے آتش بلند ہونے لگی ۵۰
صبر بھاگا بدیدۂ گریان — ناشکیبی سے بندھ[36] گیا پیمان ۵۱
آہ حسرت[37] کا گھر بنا دل زار — گرم پہلو کیا بہ بستر خار ۵۲
مُنھ پہ مَلکر کے اس گلی کی خاک — صبح آسا کیا گریبان چاک ۵۳
تب تو بلوا اسے خاص و عام ہوا — سر پہ اُس کے اک ازدحام[38] ہوا ۵۴
جان کر لوگ اُس کو سودائی — بہ تبسم ہوئے تماشائی ۵۵
جس کا ناگہ ہوا ادھر سے گزار — وہ رہا دیکھ اس کو حیران وار ۵۶
تھے جو ہم بزم ہشیاری — اور (جتاتے تھے)[39] مرگ تک یاری ۵۷
اس کی حالت تباہ دیکھ سے چلے — آئے ٹھہرے کھڑے ہوئے کہ چلے ۵۸

---

[34] "طپش" (ب) [35] "لہو" (ب) [36] "بھر" (ب) [37] "عبرت" (ب)

[38] "اژدہام" (ب) [39] ب میں غایب

الغرض یونہی گذرے جب کئی ماہ ہوئی اسکے بھی دل مین اسکی راہ ۵۹
اس کو بھی اک خیال رہنے لگا جی ہی جی مین ملال رہنے لگا ۶۰
صاحب خانہ تھا زبس (کہ)[10] غیور دیکھ کر اُس گلی مین یہ شر و شور ۶۱
مشورت ہر کسی سے کرنے لگا مارے غیرت کے سخت مرنے لگا ۶۲
خشم گاہے کہے کہ مار ہی ڈال جون بنے اس بلا کو سر سے ٹال ۶۳
لطف گاہے کہے تاملؔ[11] کر دیکھ ہوتا ہے کیا تامل کر ۶۴
قتل عاشق روا نہین ہرگز یہ کسی نے کیا نہین ہرگز ۶۵
وہ[12] کرے گا تو ہووے گا بدنام اپنے مذہب مین جو برا ہے کام ۶۶
آخر کار تھے جو محرم کار ایک دن اُن کو جمع کر اک بار ۶۷
مصلحت جو ہو کہ کیا کیجے کچھ مجھے اس کا مشورہ دیجے ۶۸
کیونکہ سر سے ٹلے یہ رسوائی تب انھون نے یہ بات (ٹھہرائی)[13] ۶۹
یعنی از باش کوچہ و بازار کچھ نہ کچھ اس کو دیوین آزار ۷۰
اسپہ گو سیکڑون ستم ہوئین پر نہ بدنام جس مین ہم ہوئین ۷۱
جب یہ ٹھہری تو کو دکان شریر ساتھ لیکر کے اپنی جمع کثیر ۷۲

[10] م [11] تاملؔ (الف) [12] "او" (الف) [13] م ـ الف مین یہ لفظ کرم خوردہ تھا

یک بیک اس جوان پر دھائے[۴۴] | لڑکے کیا آئے اک بلا لائے ۷۳

سنگباری کسی نے اُس پر کی | خاکبازی[۴۵] کسی نے اُس پر کی ۷۴

کوئی اس سے بقہر پیش آیا | طعنہ زن کوئی تمام نیش آیا ۷۵

کوئی تلوار سے ڈرانے لگا | اُس پہ برچھی کوئی اُٹھانے لگا ۷۶

ہاتھ کھینچا کسی نے اُس کا بزور | کوئی غصہ سے آیا بر سرِ شور ۷۷

کوئی بولا کہ یان سے اُٹھ جا بے | سانگ لایا ہے تو یہان کیا بے ۷۸

کچھ کسی نے کہا خشونت سے | کوئی بولا جو راہِ شفقت سے ۷۹

اس کو دونون کی کچھ نہ تھی پروا | کہ وہ زنہار آپ ہی مین نہ تھا ۸۰

تھا زخود رفتہ اس کی یاد کے بیچ | ہوگیا تھا گُم اتحاد کے بیچ ۸۱

گرچہ تھا اس کے سر پہ حشر بپا | پر نہ دیکھے تھا تک وہ سر کو اوٹھا ۸۲

پیش چشم اُسکے اس پری کا خیال | (اور[۴۶]) غمزے کی کافری کا خیال ۸۳

لب خامش سے گفتگو اُس ساتھ | اس خرابہ مین آرزو اُس ساتھ ۸۴

کبھو[۴۷] پاؤن پر سر کو رکھ دینا | کبھو[۴۸] چٹ چٹ بلائین لے لینا ۸۵

کبھو کہنا کہ مین ترے قربان | آرزو ہے کہ جاوے[۴۸] (میری جان[۴۹]) ۸۶

---

۴۴ ۔ "دھائے" (ب) ۴۵ ۔ "خاکبازی" (ب) ۴۶ ۔ م ۔ "آہ" (الف) ۴۷ ۔ م ۔ الف مین یہ الفاظ کرم خوردہ تھے ۴۸ ۔ م ۔ "گئے" (الف) ۴۹ ۔ م ۔ الف مین یہ الفاظ کرم خوردہ تھے

۸۷ کبھو کہنا کہ غرفہ مین آ تو　　اپنا دیدار پھر بھی دکھلا تو

۸۸ جان آنکھون مین آئی ہے میری　　تو بھی بے اعتنائی ہے تیری

۸۹ گھر مین جا بیٹھتے ہین پردہ نشین　　پر نہ ایسے کہ پھر نہ نکلین کہین

۹۰ پاس الفت سے[50] راہ رکھتے ہین　　بام (و[51]) و رنگاہ رکھتے ہین

۹۱ ہاتھ غرفہ سے گر نکالتے ہین　　اس سے افتادہ کو سنبھالتے ہین

۹۲ کبھو کرتے ہین بن بشکلِ پری　　بسرِ صحنِ بام جلوہ گری

۹۳ کبھو روزن پہ رکھ کے چشم سیاہ　　دور تک پھینکتے ہین تیر[52] نگاہ

۹۴ دیکھتے ہین کسی غریب کا حال　　اور دکھاتے ہین اس کو اپنا جمال

۹۵ نہ کوئی آشنا نہ ہمدم[53] ہے　　ہے جو ہمدم تو بس ترا غم ہے

۹۶ ایک تو ہون مین زیست سے بیزار　　تس پہ کھینچون ہون سیکڑون آزار

۹۷ کوئی آ کر مجھے ستاتا ہے　　کوئی تیغ و تبر دکھاتا ہے

۹۸ کوئی آمادۂ ملامت ہے　　کوئی نشتر زن شناعت ہے

۹۹ کوئی مجھ سے مکان چھڑاتا ہے　　یار کا آستان چھڑاتا ہے

۱۰۰ کوئی کہتا ہے ہے یہ سودائی　　یان سے بہتر ہے اس کی (بیجائی)[54]

---

[50] م۔ "کے" (الف) [51] م، [52] "چشم" (الف) [53] "مونس" (ب) "ہمدم" (حاشیہ ب) [54] م،

ایک جان اور اضطراب[54] ہے یہ — مجھ پہ دن رات (اب عذاب[55] ہی) یہ ۱۰۱

تو ہی[56] بتلا کہ مین کدھر جاؤن — موت آتی نہین کہ مر جاؤن ۱۰۲

ہجر مین بسکہ جی سے (تنگ[57]) ہون مین — اپنی ہستی کا اب تو ننگ ہون مین ۱۰۳

بام پر آکے تک نظارہ کر — سوئے تیغ نگہ اشارہ کر ۱۰۴

کہ میرا کام بس تمام کرے — میرا قصہ ہی[58] انصرام کرے ۱۰۵

کب تلک ان اذیتون کو سہون — کب تلک ان مصیبتون مین رہون ۱۰۶

چاہ کی ہو گئی ہے پردہ دری — رہ نہ پردہ مین تو بھی رشک پری ۱۰۷

کہ نہایت تبہ ہے حال میرا — مجھ سے چھوٹا[59] نہین خیال تیرا ۱۰۸

آہ کب تک جیا کرون غمگین — صبر کرتا ہے کیا کرون کہ نہین ۱۰۹

رات دن اسکا جو یہ ڈھنگ رہا — کچھ نہ پھر پاس نام و ننگ رہا ۱۱۰

کھینچ گئی طول اس کی رسوائی — پر نہ غرفہ مین وہ پری آئی ۱۱۱

قصۂ مشہور ہو گیا اوس کا — نہ رہا حسن و عشق مین پردہ ۱۱۲

یعنی افشا ہوا یہ سینہ فگار — ہے اُسی نازنین کا عاشق زار ۱۱۳

---

[54] "مین" (ب) [55] "کے عذاب مین" (ب) [56] "م بدنے" (الف) [57] م - الف مین یہ لفظ کرم خوردہ تھا

[58] "بھی" (ب) [59] "چھٹتا" (ب)

۱۱۴ بت سوئے غرفہ ہے نگاہ اوسکی — برق سی (کوندتی[61]) ہے آہ اوسکی

۱۱۵ منہ نہین موڑتا جفاؤن سے — ربط ہے اُسکو دل[62] کی چاہون[63] سے

۱۱۶ وارث اس نازنین کے دیکھ یہ چال — لائے سو سو طرح[64] سے دِل مین خیال

۱۱۷ (جب نہ بن آئی[65]) اور کچھ تدبیر — (یہی سوچے[66]) کہ اب بلا تاخیر

۱۱۸ یان سے لیجا کے اس صنم کے تئین — چندے پوشیدہ رکھین اور کہین

۱۱۹ طور پر اپنے وان یہ زیست کرے — پھر یہ دلدادہ یان جئے کہ مرے

۱۲۰ پار دریا کے اک ٹھکانا تھا — اُن کا کوئی وہان یگانا تھا

۱۲۱ ان سے اور اُن سے تھی شناسائی — دوستی یکدلی و یک جائی

۱۲۲ اعتماد یگانگت بھی تھا — اتحادِ موانست بھی تھا

۱۲۳ شاہد مہر جب ہوا روپوش — اور شب آئی ہیہ گلیم بدوش

۱۲۴ اک محافہ مین کر سوار اُسے — ساتھ دایہ کے بھیجا پار اُسے

۱۲۵ کہہ دیا یون کہ یان یہ رشک بہار — ان دونون (رات دن[67] رہے تھی) زار

۱۲۶ خود بخود اس کے دل پہ غم تھا کچھ — بے جہت متصل الم تھا کچھ

---

۶۱ م "کوندتی" (الف) ۶۲ "جی" (ب) ۶۳ "جاؤن سے" (ب) ۶۴ "کے" (ب) ۶۵ "نہ بن آئی جب" (ب) ۶۶ "پھر یہ سوجھی" (ب) ۶۷ "رہتی ہے بہت ہی" (ب)

دن کو بستر پہ زار رہتی تھی — شب کو اختر شمار رہتی تھی ۱۲۷

خواب اور خور میں آ گیا تھا قصور — اس کو تبدیل تھا مکان ضرور ۱۲۸

اسلیے ہم نے اس کو دان بھیجا — کہ بیابان کی راس آئے ہوا ۱۲۹

مثل گل وا ہو اسکا غنچۂ دل — ٹلے چھاتی سے اُسکے غم کی سل ۱۳۰

لطف اٹھاوے ہوائے صحرا کا — دیکھے واشد حباب دریا کا ۱۳۱

کر محافہ مین اس پری کو سوار — لے چلی جب وہ دایۂ مکار ۱۳۲

جون ہی باہر وہ رہ گذر سے ہوا — گزر اس کا جوان کے سر سے ہوا ۱۳۳

بوئے اُنس اس کو اس سے آ ہی گئی — اس کی آنکھ اُس کی گھات پا ہی گئی ۱۳۴

دل مین اُس کے قلق نے جوش کیا — سر پہ بے صبری نے خروش کیا ۱۳۵

(وان سے پائے ثبات[26]) اکھڑنے لگا — متصل سر پہ ہاتھ پڑنے لگا ۱۳۶

عشق کہتا (تھا[27]) تو نہ ٹل یان سے — جذب کہتا (تھا[28]) چل[29] نکل یان سے ۱۳۷

(سچ[30] ہے) وہ جو غلام الفت ہے — کشف (اس[31] کا) مقام الفت ہے ۱۳۸

دل آگہ نے دی یہ اس کو خبر — کہ محافہ مین ہے وہ رشک قمر ۱۳۹

---

۲۶ ''وہان پائے سبات'' (ب) ۲۷ و ۲۸ م۔ ''تھے'' (الف) ۲۹ ''تو'' (ب) ۳۰ ''سمجھے''

۳۱ ''ان کا'' (ب)

۱۴۰ اب ترا اس گلی مین کام ہے کیا — تو بھی ہمراہ ہو برنگِ صبا

۱۴۱ جس طرف جاوے وہ اُدھر جا تو — دیکھ نادان فریب مت کھا تو

۱۴۲ یہ سمجھ جب وہ[۳۶۲] اس کے سات ہوا — مورد (چشم التفات[۳۶۳]) ہوا

۱۴۳ دل مین وحشت کہ کیا کہے کوئی — جی پر آفت کہ چشم خون روئی

۱۴۴ ساتھ اُس[۳۶۴] کے یہ دردمند (اسیر) — کشش دل کی پاؤن مین زنجیر

۱۴۵ (دایہ وحشت[۳۶۵]) سے پیش و پس نگران — پیچھے دایہ کے قطرہ زن یہ جوان

۱۴۶ سر بزانو محافہ مین وہ پری — جون قفس مین ہو کوئی کبک دری

۱۴۷ دل مین[۳۶۶] گھر چھوٹنے کا اس کو ملال — اور رسوائیون کا اپنی خیال

۱۴۸ کہ یہ کیا افترا بندھا مجھ پہ — زہر کھا کون مر گیا مجھ پہ

۱۴۹ میری آنکھون نے کس کو خوریش کیا — میری پلکون سنے کس کو ریش کیا

۱۵۰ کس[۳۶۸] پہ خواہش سے کی نظر مین نے — چھوڑا کس کے سبب سے گھر مین نے

۱۵۱ کس سے مین آہ ہم کلام ہوئی — کس سے نظارہ بازِ بام ہوئی

۱۵۲ کس سے مین نے کیا پیام و سلام — کس کی الفت سے مین ہوئی بدنام

۳۶۲ "یون" (ب) ۳۶۳ "خشم و التفات" (الف) ۳۶۴ "ان" (ب) ۳۶۵ م الف مین یہ لفظ کرم خوردہ تھا اب مین "سفیر" ۳۶۶ "دل کی وحشت" (ب) ۳۶۷ "پہ" (ب) ۳۶۸ "تکے" (ب) ۳۶۹ "جس" (ب)

کس سے غرفہ (سے[82]) مین لڑائی آنکھ　　کس کو روزن سے مین دکھائی آنکھ ۱۵۳

چاک پردہ سے مین نے جھانکا کب　　میری ویرانی کا ہے کچھ بھی سبب ۱۵۴

یہ عجب خانمان خرابی ہے　　کہ نکلنا باین شتابی ہے ۱۵۵

اسی صورت جوان غم دیدہ　　بخیالِ محالِ پیچیدہ ۱۵۶

چشم (دور راہ کز[83]) برائے خدا　　دے محافہ کا پردہ باد[84] اٹھا ۱۵۷

دیکھے[85] تا روئے ماہ پردہ نشین　　جس کی خاطر دلنشین[86] یہ سہین ۱۵۸

کھول دے گو نہ اس کا منھ سارا　　اک جھلک کا تو ہووے نظارہ ۱۵۹

تھا محافہ وہ دور یون سے کسا　　اس مین دشوار تھا گذار صبا ۱۶۰

(نہ رہی جب کہ اس مین طاقت صبر[87])　　جیب پھاڑا بمرگ (حضرت[88]) صبر ۱۶۱

(کرکے نالہ بطرح[89]) سوز و گداز　　یون قرین محافہ دی آواز ۱۶۲

کا[90]شی پری چہرہ اتنی روپوشی　　(رجی[91]) سے گذرا مین ہائے خاموشی ۱۶۳

---

۸۲ م "مین" (ب)　۸۳ "دورہ کہ از" (ب)　۸۴ "باؤ" (ب)　۸۵ "دیکھون" (ب)

۸۶ "اذیتین" (ب)　۸۷ م۔ "نہ رہا جب کہ اس مین طاقت و صبر" (الف)

۸۸ "رخصت" (الف)　۸۹ "رکھ کے نالہ بہ طرح" (ب)　۹۰ "کہ" (ب)

۹۱ م۔ "اس" (الف و ب)

۱۶۴ نہ تو آواز ہی سُنائی ہے | نہ تری بو ہی مجھ تک آتی ہے
۱۶۵ ہے گھٹا ٹوپ یا محافہ یہ | تک تو پردہ اٹھا دے غیرت مہ
۱۶۶ (کہ بھلا اک جھلک تو میں دیکھوں | تیری نتھ کی ڈھلک تو میں دیکھوں[۹۲])
۱۶۷ خوبرو کرتے ہیں تغافل سب | پر نہ اتنا کہ (ہوئے[۹۳] محض غضب)
۱۶۸ داغ ہے انتظار آنکھوں میں | خون ہے (جائے یار[۹۴]) آنکھوں میں
۱۶۹ تجھکو اپنی ستم گری کی قسم | تجھکو غمزے کی کافری کی قسم
۱۷۰ قسم اپنی تجھے تغافل[۹۵] کی | قسم اپنی تجھے تجاہل[۹۶] کی
۱۷۱ حرف زن اپنی دردمند سے ہو | گرم لے آتش اس سپند سے ہو
۱۷۲ سُن کے دایہ یہ اُس کے طرز کلام | ہو مخاطب بالتفات تمام
۱۷۳ پاس اس کو بلا کے آہستہ | یوں لگی کہنے کاٹی[۹۷] جگر خستہ
۱۷۴ یاس کو دے جواب گھر جاوے | دردِ حرماں سے کہہ[۹۸] کہ مرجاوے
۱۷۵ آہ رو[۹۹] نالے[۱۰۰] سے کہہ کہ رخصت ہوں | گرم رفتار راہ (فرقت[۱۰۱]) ہوں

---

۹۲ ب میں یہ پورا شعر غائب، ۹۳ "ہو وہ عشوہ" (ب) ۹۴ "جانِ زار" (ب)

۹۵ "تجاہل" (ب) ۹۶ "تغافل" (ب) ۹۷ "اسے" (ب)،

۹۸ "کہو" (ب) ۹۹ م۔ ۱۰۰ "کو" (ب) ۱۰۱ م "فرقت" (الف۔ب)

کیونکہ نزدیک ہے زمانِ وصال ہجر تھا[102] جو ہوا وہ خواب وخیال ۱۷۶

اب کوئی دم کو (وہم و[103] باقی) ہے دیر منزل تلک کی باقی ہے ۱۷۷

جب کہ منزل پدید ہوئے گی شب تری روز عید ہوئے گی ۱۷۸

لا (بس اب[104]) دردو غم کو جانے دے دور دور اس صنم کو جانے دے ۱۷۹

شب کو (دل ہی[105]) رہے گا تو اُس سے اب کنارہ ہی خوب ہے اُس سے ۱۸۰

کیونکہ ہے اس مین بیم بدنامی تو چلا چل ابھی بنا کامی ۱۸۱

اک ذرا اب تو دل کو ڈ ہارس دے چل کے منزل پہ جام عشرت (پلے[106]) ۱۸۲

تیرے آنے سے یہ صنم ہوئی شاد کیونکہ ملنا ترا تھا اُس کی مراد ۱۸۳

جی سے چاہے تھی ہمرہی تیری اس کو رستہ مین یاد تھی تیری ۱۸۴

بارے اس کے بھی دل کی داد ملی حق سے مانگی تھی جو مراد ملی ۱۸۵

پیچھے پیچھے تو کیا بجا آیا مثل سایہ (جو یون[107]) لگا آیا ۱۸۶

غرض اس کو لگا کے باتون مین ہوئی (وہ[108]) دشمنی کی گھاتون مین ۱۸۷

جی مین ٹھانی کہ کچھ دغا کیجے سر سے اس بد بلا کو وا کیجے ۱۸۸

---

[102] "سنو" (ب)، [103] "وہم باقی" (ب)، [104] "بس اب اس" (ب) [105] "ہی دل" (ب) [106] م۔ "پیے" (ب)، [107] "خوان" (الف) [108] م۔ "یہ" (ب)

۱۸۹ یکجھے رستہ ہی مین کام اسکا　　گو کہ ہے وعدہ تا بہ شام اُس کا

۱۹۰ غافل از کار یہ ستم دیدہ　　تھا جو باتون مین اس کی گرویدہ

۱۹۱ اس کو ہرگز نہ[۱۱۱] اشتیاقِ وصال　　نہ رہا کچھ فریب زن کا خیال

۱۹۲ الحذر مکر (و[۱۱۲]) حیلۂ زن سے　　خاصہ[۱۱۳] مکّار اور پُر فن سے

۱۹۳ ہین جو دلّال پیشگان شریر[۱۱۴]　　بازی کھاتا ہے انسے چرخ اثیر[۱۱۵]

۱۹۴ زور رستم نہ چل سکے جن پر　　خاکسارون[۱۱۶] کی کیا چلے اِن پر

۱۹۵ ای مذکور پر تھا سب[۱۱۷] کو اگوش　　کہ ہوا سامنے سے بحر کا جوش

۱۹۶ آئی رخشندگیِ آب نظر　　عرصہ خشکی کا رہ گیا کم تر

۱۹۷ حاملانِ محفہ یعنے (کہار[۱۱۸])　　یون چلے جلد چون نسیم بہار

۱۹۸ رکھ کے چالاکی طبع (کو[۱۱۹]) دل پر　　لا رکھا اُس کو گرم ساحل پر

۱۹۹ ساتھ دایہ کے وہ جوان نزار[۱۲۰]　　جس طرح قافلہ کے پیچھے غبار

۲۰۰ تھا جہان بحر پہ محافہ دھرا　　قطع رہ کر کے (وان ہی[۱۲۱] آ) پہنچا

۱۱۱ "در" (ب) ۱۱۲ م۔ ۱۱۳ "خاص" (ب) ۱۱۴ "بتر" (الف) ۱۱۵ "ابتر" (الف) ۱۱۶ "عشق بازون" (ب) ۱۱۷ "یہ تھا سب" (ب) ۱۱۸ "تھار" (الف) ۱۱۹ "اور" (الف و ب) ۱۲۰ "نزار" (ب) ۱۲۱ "یہ بھی وان" (ب)

بحر کیسا کہ اژدہائے سیاہ ۔۔۔ جس کی صورت سے خوف کھائے نگاہ ۲۰۱
قطرہ اُس کا ہر ایک طوفان خیز ۔۔۔ موج بحر بلا کی شنگر ریز ۲۰۲
شکل ساحل وہان درندہ نہنگ ۔۔۔ عرصہ بطمون سے ہر حباب پہ تنگ ۲۰۳
شورِ محشر سے شورِ آب قرین ۔۔۔ صورت اُسکی تمام چین بہ جبین ۲۰۴
صفِ ماہی وہ برسرِ طغیان ۔۔۔ ہر جگہ اُس مین چار موج عیان ۲۰۵
اسمین تیرے (تھا[120]) نیت بہ بیتابی ۔۔۔ نسر[121] طائرِ بطن مرغابی ۲۰۶
غوطہ زن تھی (بہ مد و جزر[122]) شلنگ ۔۔۔ بطِ چرخ اس مین صورت خرچنگ ۲۰۷
سونس و گھڑیال اس مین دوش بدوش ۔۔۔ سر بسر اضطراب و جملہ خردسش[123] ۲۰۸
دامن محشر[124] اس کا آدھا پاٹ ۔۔۔ کر قیاس اس سے اُسکا سارا پاٹ ۲۰۹
شکل دست دعا ہر ایک صدف ۔۔۔ سر چھپائے ہو (سے[125]) سپر مین کشف ۲۱۰
لطمہ ساحل پہ تیغ زن ہر بار ۔۔۔ موج آب اُسکی افعیِ خونخوار ۲۱۱
چاہ زندان تھا اس کا ہر گرداب ۔۔۔ جس مین (ڈوبے تھے کتنے[126]) خانہ خراب ۲۱۲
دیکھ اُن کو عبور کا مائل ۔۔۔ کشتی اک آلگی بہ[127] ساحل ۲۱۳

---

[120] م۔ [121] "نشر" (الف) [122] "بجذر دید" (الف) [123] شعر ۲۰۳ سے ۲۰۸ تک کل اشعار ب مین غائب

[124] "حشر" (ب) [125] م [126] "ڈوبی تھی کشتی" (ب) [127] "بر" (ب)

۲۱۴ پیش و پس اسپہ سب سوار ہوئے — سب سے آگے محافہ دار ہوئے

۲۱۵ دایہ کشتی مین دیدہ[۱۲۸] با زجباب — اور محافہ مین وہ پری بیتاب

۲۱۶ (شورِ دریا سے اسکے دل مین بیم — غنچہ۔ جیسے صدف مین دُرِ یتیم[۱۲۹])

۲۱۷ دور تر وہ[۱۳۰] جوان دل دادہ — جیسے تصویر ششدر استادہ

۲۱۸ دایہ مصروف سیرِ آب رواں — ہم (شگافون سے[۱۳۱]) وہ پری نگران

۲۱۹ پہونچی کشتی جو بیچ مین اک بار — ہوئی سرگرم حیلہ وہ غدار

۲۲۰ امتحاناً بروئے سطحِ آب — یعنی کفش اس پری کی (کی پرتاب[۱۳۲])

۲۲۱ تھا جو منظور اس کو جان لینا — پھر کہا یہ کہ (ہان میان لینا[۱۳۳])

۲۲۲ ہاتھ (اس کے سے کی جو کفش[۱۳۴] نے) جست — لیا موجون نے اسکو دست بدست

۲۲۳ ہوئی جاکر بزیرِ آب رواں — خاتمِ دست پنجۂ مرجان

۲۲۴ (قعرِ دریا مین جب کہ جا پہونچی — سیپ کے سر پہ پشت پا پہونچی[۱۳۵])

۲۲۵ ہو کے وہ کفش تاجِ فرقِ حباب — ہو گئی پل مین گوہر نایاب

---

[۱۲۸] "دیدہ" (ب) [۱۲۹] ب مین شعر غائب، [۱۳۰] "کچھ" (ب) [۱۳۱] م۔ الف مین یہ الفاظ کرم خوردہ تھے ۔ [۱۳۲] "کر تہِ آب" (ب) [۱۳۳] م۔ الف مین یہ الفاظ کرم خوردہ تھے ، [۱۳۴] "سے اسکے کفش نے گیا" (ب) [۱۳۵] ب مین یہ شعر غائب ،

تھا جوان بسکہ سخت دلدادہ ہو کے ناگہ بمرگ آمادہ ۲۲۶
کفش پر کر دراز اپنا ہاتھ آشنا یانہ کو دا ہان کے ساتھ ۲۲۷
کودتے ہی چلا گیا تہ کو (سطے گیا[۱۳۶]) عمق آب کی رہ کو ۲۲۸
کفش کے ساتھ ہی گیا تہ آب ہوا[۱۳۷] غواص گوہر نایاب ۲۲۹
گوہر جان نثار کفش کیا نہ ذرا انتظار کفش کیا ۲۳۰
کفش ساتھ اپنے اس کو لے ڈوبی نہ غلط بلکہ پا کی محبوبی ۲۳۱
نہ وہ اُچھلا نہ کفش ہی اُچھلی عقل[۱۳۸] حیران کار اُس کی ہوئی ۲۳۲
کودے ہر چند غوطہ خور بھی وان نہ ملا اب سے کچھ اُس[۱۳۹] کا نشان ۲۳۳
جان (لینے پہ[۱۴۰]) عشق (کا[۱۴۱]) ہے مدار یہی شیوہ ہے اُس کا آخر کار ۲۳۴
(کون عاشق[۱۴۲]) ہوا کہ مر نہ گیا کس کا چاہت کی بیچ گھر نہ گیا ۲۳۵
کر سکے کون عاشقون کا شمار اس کے ہاتھون موئے پڑے ہین ہزار ۲۳۶
قیس سے اس نے دون سلوک کیا خون وُون کوہکن کا جا کے لیا[۱۴۳] ۲۳۷

۱۳۶ "پہنچا" (ب) ۱۳۷ "ہو کے" (ب) ۱۳۸ "خلق" (ب) ۱۳۹ "اُن" (ب)

۱۴۰ "لینا پہ" (ب) ۱۴۱ م۔ "کو" (الف) ۱۴۲ م۔ اللہ مین کرم خوردہ

۱۴۳ "کیا" (ب)

۲۳۸ کس کی طاقت کہ ہو بغور نگاہ — اُس کے طرزِ فریب (سے)[۱۴۴] آگاہ

۲۳۹ کر چکی دایہ جب کہ اس کا کام — پُر مشوّش ہوئی وہ ماہِ تمام

۲۴۰ خاطرِ دایہ گرچہ جمع ہوئی — پانی پانی وہ رشکِ شمع ہوئی

۲۴۱ لیک تھا اختیارِ دایہ زبس — اُس کو سوجھی نہ غیرِ ضبطِ نفس

۲۴۲ واں سے کشتی رواں ہوئی فی الفور — کہ کہیں کچھ بلا نہ آوے اور

۲۴۳ لے گئی (اس صنم کو پار)[۱۴۵] شتاب — رہی وحشت[۱۴۶] میں اس کی چشمِ حباب

۲۴۴ لہریں خمیازہ کھینچ کھینچ موئیں — مچھلیاں غم سے ہم کنار ہوئیں

۲۴۵ آب نے دل ہی دل میں کھایا جوش — لبِ ساحل بھی رہ گیا[۱۴۷] خاموش

۲۴۶ گرچہ وہ حیلہ گر ہوئی خرم — کشتی والوں کو تھا پر اُس کا غم

۲۴۷ یہ نہ سمجھے کہ عشقِ خانہ خراب — جمع کرتا ہے وصل کا اسباب

۲۴۸ اسی صورت سے وہ بھی منہ کو چھپائے — اس پری کو بھی زیرِ آب بلائے

۲۴۹ دے کے رجعت میں جامِ مدہوشی — دیوے (پھر رخصتِ ہم آغوشی)[۱۴۸]

۲۵۰ طرح ہو زیرِ آب صحبتِ[۱۴۹] وصل — یوں میسر ہو اُن[۱۵۰] کو خلوتِ[۱۵۱] وصل

---

۱۴۴ م ۱۴۵ "پار اس صنم کو" (ب) ۱۴۶ "حیرت" (ب) ۱۴۷ "ہو گیا" (ب) ۱۴۸ م ۔ ،

۱۴۸ لغت میں یہ سب الفاظ کرم خوردہ تھے ، ۱۴۹ "خلوت" (ب) ؛ ۱۵۰ "اسکو" (ب) ؛ ۱۵۱ "صحبت" (ب)

یہ حمائل کرے (دو[١٥٢]) دست اوس کی　　چومی[١٥٣] وہ لعل سے پرست اوسکی ٢٥١

لب سے لب کامیاب ہو تہ آب　　دوستی کا عتاب ہو تہ آب ٢٥٢

(اس کی محنت کشی کی دیوے داد　　اُس کی خود کامیون سے ہوے شاد)[١٥٤] ٢٥٣

ہوکے روپوش وہ جو غیرت ماہ　　رہی یکچند وان بحال تباہ ٢٥٤

ایک دن دایہ سے کہا آکر　　مجھکو اکثر رہے ہے درد جگر ٢٥٥

یہ مکان بھی نہ سازوار ہوا　　دل مرا یان بھی بے قرار ہوا ٢٥٦

گھر کو لیچل کہ جس کا تھا خطرہ　　اب تو وہ مدعی جان نہ رہا ٢٥٧

ساری اس کے سبب[١٥٥] تھی آفت　　وہ نہین اب تو کیا ہے پھر تہمت ٢٥٨

کوئی اب اُس کا داد خواہ نہین　　اُسکی باتین اُسی کے ساتھ گئین[١٥٦] ٢٥٩

کون جانے ہے وہ کدھر کو گیا　　مر گیا یا کسی نگر کو گیا ٢٦٠

اس سے اب جی مین تو نہ لاؤ سواس　　طبع نازک کا میری پر رکھ پاس ٢٦١

کیونکہ اب دل پہ اک اذیت ہے　　درد ہے رنج ہے مصیبت ہے ٢٦٢

(کیون ہے دل[١٥٧]) میرا یان نہین لگتا　　وہی وحشت ہے اور وہی سودا ٢٦٣

---

١٥٢ م　«وہ» (الف)　١٥٣ م «چومین» (الف د ب)　١٥٤ ب مین یہ شعر غایب۔　١٥٥ «یہ» (ب)

١٥٦ «رہین» (الف)　١٥٧ م۔ الف مین کرم خوردہ۔

٢٦٤ ہے سراسیمگی وہی دنبال
ہے (وہی)[158] زیست میری جی کا وبال

٢٦٥ پاؤن کہتے ہین راہِ صحرا لے
ہاتھ کہتے ہین جیب (کو آ)[159] لے

٢٦٦ بے کلی ہے مدام میرے تئین
کچھ ہوا صبح و شام میرے تئین

٢٦٧ سر[160] پہ کوہِ گران غم سا ہے
پہلوئے دل مین کچھ الم سا ہے

٢٦٨ پر نہین ہین کہ اڑکے گھر جاؤن
جی رکا آتا ہے[161] کدھر جاؤن

٢٦٩ کچھ تو تدبیر میری کر تو شتاب
بیٹھی[162] جاتی ہون ورنہ مثل حباب

٢٧٠ (سفر دور کا ہے قاصد جان
تیرے صدقہ یہ (میرا)[163] کہنا مان)[164]

٢٧١ سن کے (دایہ نے یون کہا)[165] طناز
ناز پر تیرے صدقہ اہلِ نیاز

٢٧٢ (ہون مین آمادۂ تہیۂ[166] کار
اتنی کرتی ہے مجھ سے کیون تکرار)[167]

٢٧٣ سچ[168] ہے اب تو ہٹی وہ بد نامی
اور (سر آیا زمان)[169] ناکامی

٢٧٤ (دل کو خوش رکھ کنارہ کر غم سے
اب ملا یا تجھے اب و عم سے)[170]

---

[158] م "وہ" (الف) [159] "سودا" (ب) [160] "دل" (ب) [161] "آئے ہے" (ب) [162] "مٹی" (ب)

[163] "میری" (الف) [164] ب مین یہ شعر غائب، [165] "بولی یہ دایہ اے" (ب) [166] م "تحیہ" (الف)

[167] ب مین یہ شعر غائب، [168] "سچ" (الف) [169] م۔ الف مین کرم خوردہ،

[170] ب مین یہ شعر غائب،

پوپ چھنے (جوتکی) سے جاتی ہون | تیری خاطر محافہ لاتی ہون ۲۷۵

ملیو تو شاد شادمان سے پری | بیچیو ہمدمون زمین جلوہ گری[171]) ۲۷۶

یان تو مضمون دا یہ تھا کچھ اور | عشق کا وان کنا یہ تھا کچھ اور ۲۷۷

(عشق سے عقل کب بسر آوے | (زور رنگ[172]) اسکا کیا نظر آوے[173]) ۲۷۸

کون سمجھے ہے اس کی بات کو ہائے | کون سمجھے ہے اُس کی گھات کو ہائے ۲۷۹

اُس کے مخفی چلن ہین سب سے جدا | ان سے واقف نہین سوائے خدا ۲۸۰

(اس کی گرمی سے پای سنگ گداز | ہوئے صرف نیاز صاحب ناز[174]) ۲۸۱

جان دو قالب کی ایک اس سے ہو | بد ہو گر یار نیک اس سے ہو ۲۸۲

(ہے فریبندگی (دہی[176]) اُس کی روش | نہین زلف پری مین ایسی کشش[175]) ۲۸۳

جس کو اس نے بزیر دام لیا | اُس[177] نے ناکامیون سے کام لیا ۲۸۴

نہین عشاق کُش ہے یہ جلاد | اس سے معشوق بھی گئے ناشاد ۲۸۵

نہ بچا کوہکن سے تا شیر[178]) ین | ساتھ خسرو کے دی سلا شیرین ۲۸۶

---

[171] الف مین کرم خوردہ، ب مین "سے جلوہ سری" [172] م - "ریورنگ" (الف)

[173] ب مین یہ شعر غائب، [174] ب مین یہ شعر غائب [175]، م [176] ب مین یہ شعر غائب،

[177] "نے" (ب) [178] م - الف مین کرم خوردہ ہے۔

۲۸۷ مرگِ لیلیٰ کو گاہ سبقت دے — قیس کو چند روز مہلت دے

۲۸۸ الغرض یان کے قافلہ مین ہمیش — حسن اور عشق دونون ہین پس پیش

۲۸۹ ان کو باہم جدا نہ جانے کوئی — (مطلقاً بے وفا[179]) نہ جانے کوئی

۲۹۰ بیوفائی وفا کا نام ہے یان — کج ادائی ادا کا نام ہے یان

۲۹۱ مردہ ان کا ہے زندۂ جاوید — ناامیدی ہے یان تمام اُمید

۲۹۲ ہجر مین وصل جاودانی ہے — ہجر عاشق کی زندگانی ہے

۲۹۳ حاصل اس سے کہ دایۂ غدار — وان سے چلنے پہ جب ہوئی تیار

۲۹۴ صبح ہی (منھ کو اپنے ملتے[180]) خاک — نہر نکلا وے گریبان چاک

۲۹۵ (لے محافہ چلے وہان سے کہار[181]) — آئے دریا کے متصل اک بار

۲۹۶ لبِ ساحل پہ جب کہ آ پہونچے — غرقہ بولا میری دعا پہونچے

۲۹۷ انتظار تو می کشم تہِ آب — غرقۂ بحرِ ہجر را دریاب

۲۹۸ (روز پہونچا تھا کچھ قریب دو پاس — کہ ہوا اس کو انتشار حواس[182][183])

۲۹۹ بیقراری جو موج مین[184] آئی — گریۂ مژگان کے اوج مین[185] آئی

---

[179] م۔ "مطلق بیوہ" (الف) [180] "اپنے منھ کو مل کے" (ب) [181] م۔ "لے محافہ وہان سے چلے کہار" (الف)

[182] م۔ "ہواس" (الف) [183] ب مین یہ شعر غائب [184] [185] "پر" (ب)

۳۰۰ دیکھ دریا کو رو دیا اُس نے | صبر اپنا ڈبو دیا اُس نے

۳۰۱ ہوا کشتی پہ جب محافہ سوار | دایہ اُس کی جو تھی امانت دار

۳۰۲ اس سے پوچھا کہ دایہ سچ بتلا | کس مکان (پر وہ خستہ ڈوبا تھا)[۱۸۶]

۳۰۳ کفش پھینکی تھی تو نے کس جاگہ[۱۸۷] | مجکو لے چل ذرا تو اُس جاگہ[۱۸۸]

۳۰۴ مین بھی دیکھون تو وانکی شورش آب | (بہ مرادم رسم تہِ گرداب[۱۸۹])

۳۰۵ (کفش پر میری جی دیا اس نے | یا الٰہی یہ کیا کیا اُس[۱۹۰] نے)

۳۰۶ یہ ترنگ اس کے جی مین کیا آئی | کہین ہوتے ہین ایسے سودائی

۳۰۷ کفش مین ایسی کیا کرامت تھی | کفش والی تو مین سلامت تھی

۳۰۸ اس کی نادانی جی کھپاتی ہے | اب کوئی دم مین[۱۹۱] جان جاتی ہے

۳۰۹ پھر بدل کر زبان بناز و ادا | بولی وہ نازنین ہوا سو ہوا

۳۱۰ دایہ موجون کا پیچ و تاب تو دیکھ | اور یہ زنجیرۂ حباب تو دیکھ

۳۱۱ کیا ہی جاتا ہے تیز آب روان | ہم نے دیکھا نہ تھا کہین یہ سمان

---

۱۸۶ "تھا وہ خستہ دل ڈوبا" (ب) ۱۸۷ "جا پر" (ب)

۱۸۸ "جا پر" (ب) ۱۸۹ "آمد مروم را باگرداب" (الف) آور وہ مردم ربا بے گرداب" (ب)

۱۹۰ (ب، ۱۹۱ "کو" (ب)

۳۱۲ آہ جاتے تو پردہ پوش تھے ہم | شرم بیگانہ سے خموش تھے ہم
۳۱۳ اب جو پردہ ذرا اُٹھایا ہے | دل نے ذوقِ نظارہ پایا ہے
۳۱۴ دلکشا سطحِ آب کی ہے فضا[۱۹۲] | سرد لگتی ہے کیا ہی جی کو ہوا
۳۱۵ کاش کشتی گھڑی کرین کوئی[۱۹۳] دم | تا نکالوں[۱۹۴] مین اپنے جی کا غم
۳۱۶ (دایہ غافل تھی[۱۹۵]) از ادائے کلام | ہنس کے کہنے لگی کہ سیم اندام
۳۱۷ دیکھ لے اس جگہ وہ ڈوبا تھا | مین نہین کفش تیری[۱۹۶] پھینکا تھا
۳۱۸ کفش کے ساتھ ہی (ہوا وہ[۱۹۷]) غرق | کفش مین اُسمین کچھ رہا تھا نہ فرق
۳۱۹ یہی اس کا مقام (دو[۱۹۸]) منزل ہے | موج اُس کی نشان ساحل ہے
۳۲۰ سنتے ہی یہ سخن وہ پا بر کاب | گر پڑی اس جگہ پہ جون سیماب
۳۲۱ ساتھ اپنے نہ دایہ نے جان لی | رہِ شہر و دیارِ جانان لی
۳۲۲ غوطہ پانی مین متصل کھائے | حُسن نے طرفہ جلوہ دکھلائے
۳۲۳ موجین آغوش ہو کے آ لپٹین | لہرین بانو کے تا قفا لپٹین
۳۲۴ ڈوبتے ہی بہار لایا حُسن | آب بر روئے کار لایا حُسن

۱۹۲ م۔ "فضا" (الف) ۱۹۳ "یک" (ب) ۱۹۴ م۔ "نکالو" (الف) ۱۹۵ "دایۂ غافل" (ب)

۱۹۶ "تیرا" (ب) ۱۹۷ "تھا وہ ہوا" (ب) ۱۹۸ م۔

نظر آئے پہ پردہ خفار | گوہر تر سے اس کے دو رخسار ۳۲۵

دیکھ اس منہ[199] کی روشنی تہ آب | ہوئیں یک بار ماہیاں بیتاب ۳۲۶

دست رنگین جو اس کا تھا دلکش | دی لگا اس نے اور بھی آتش ۳۲۷

مار (و)[200] گردم کنارہ گیر ہوئے | حلقۂ زلف میں اسیر ہوئے ۳۲۸

جذبۂ عشق ہو کے راہ نما | اس کو بھی زیر آب لے ہی گیا ۳۲۹

الغرض زندگی سے سیر ہوئی | مردہ عاشق کو پہنچی لیک[201] ہوئی ۳۳۰

مردہ با مردہ ہمکنار ہوا[202] | وصل دریا میں ایک بار ہوا[203] ۳۳۱

گرچہ علم شنا کے ماہر کار | دست و پا مارتے رہے اکبار ۳۳۲

لیکن اس کا کہیں نشان نہ ملا | لیا دریا نے اس گہر کو چھپا ۳۳۳

دایہ مایوس واں سے گھر آئی | کہنے یہ حرف ہائے رسوائی ۳۳۴

ماجرا تھا جو کچھ کیا اظہار | تب تو آگہ[204] ہو اس کے خویش (و)[205] تبار ۳۳۵

پدر اور مادر اور ہمسائے | لب[206] دریا پہ (نعرہ زناں)[207] آئے ۳۳۶

---

[199] "منھ" (الف)۔ [200] م۔ [201] م۔ "سلے نہ" (الف) [202] "ہوئے" (الف)

[203] "ہوئے" (الف)۔ [204] "جمع" (ب) [205] م۔ [206] "آب" (ب)۔

[207] "نعرہ زن" (ب)۔

۳۳۷ اشک ریزان کوئی کوئی نالان ۔۔۔ کوئی (خاک[208] سیہ) بر و مالان

۳۳۸ کوئی دامن تلک گریبان چاک ۔۔۔ کوئی حیران بازیٔ افلاک

۳۳۹ لبِ ساحل پہ ازدحام ہوا ۔۔۔ استنے (زمین[209]) جو تلاشِ دام ہوا

۳۴۰ وام دار آئے دام بر سر دوش ۔۔۔ حلقہ اُن داموں کے تمام آغوش

۳۴۱ از پئے صیدِ ماہیِ سیمین ۔۔۔ پہنچے جا کر کے تا بقعرِ زمین

۳۴۲ (دام پہنچا جو زیرِ آب تلک[210] ۔۔۔ کیا کہوں اس سے اُس گھڑی کی جھلک[211])

۳۴۳ دو[212] ہم آغوشِ دام مین نکلے ۔۔۔ پکے[213] اپنے وہ کام مین نکلے

۳۴۴ لب سے لب آشناے بوسہ بذوق ۔۔۔ ہاتھ دونوں کے دو[214] گلوں کے طوق

۳۴۵ ساق پا ساق پا سے پیچیدہ ۔۔۔ یکدگر عضو عضو گرویدہ

۳۴۶ (سینہ سینے کے ساتھ شیر و شکر ۔۔۔ جس مین خالی ذرا نہ جائے نظر[215])

۳۴۷ نظر آئے وہ دونوں ماہِ منیر ۔۔۔ جیسے اک آئینہ مین دو تصویر

۳۴۸ دیکھ اس واقعہ کو پیر (و[216]) جوان ۔۔۔ دیر تک وان کھڑے رہے حیران

۳۴۹ تھی جدائی بہم زبس دشوار ۔۔۔ سب نے ناچار ہو کے آخر کار

---

[208] "حیران سے" (الف) [209] م [210] کمک (الف) [211] ب مین یہ شعر ۳۴۶ پر ہے [212] "وہ" (الف)

[213] "ایک ہی" (ب) [214] "وہ" (الف) [215] ب مین یہ شعر غائب [216] م

خاک مین یا ملا دیا ان کو | آگ مین یا جلا دیا ان کو ۳۵۰

(مُصحفی بس زبان درازی بس | آفرین ہے مقام ضبط نفس ۳۵۱

مجھ سے یہ مثنوی ہوئی جو تمام | رکھا بحر المحبت اس کا نام ۳۵۲

قصہ ہے ایک اور دو نامے | جیسے اک شخص کے ہون دو جامے ۳۵۳

میر صاحب نے پہلے نظم کیا | مین نے بعد ان کے ریزو پرز کیا ۳۵۴

ایک دو ریز پر زجان افروز | ہوا نایاب جامۂ گل دوز ۳۵۵

کچھ نہین ہے (مرقع[217]) تصویر | ہے مرقع وصلے لباس فقیر ۳۵۶

جیسے (میرون[218]) مین شان ہی کچھ اور | ہم فقیرون مین شان ہی کچھ اور ۳۵۷

ہے توقع کہ صاحب انصاف | مجھ کو اس گفتگو مین رکھین معاف ۳۵۸

کچھ میرے حق مین خیر و شر نہ کہین | نہ کہین بد بھی نیک گر نہ کہین[219]) ۳۵۹

تمام شد

---

[217] م۔ "مرقہ" (الف) [218] م۔ "میری" (الف)

[219] ۳۵۱ سے یہان تک کے کل اشعار ب مین غائب ہین،

فرہنگ حواشی

شعر ۱۔ تا۔ تا کہ، (زبان قدیم)

ش ۲۔ ساتھ کاغذ کے۔ کاغذ سے

ش ۵۔ پیچاک، پیچ و خم، طرۂ زلف،

ش ۶۔ اس قدر، ایسا،

ش ۷۔ طراحی، بنیا ڈالنا، یہاں طرحداری کے معنی مین آیا ہے،

ش ۸۔ دور کھنچا۔ دور تک پہنچا، بہت مشہور ہوا،

ش ۹۔ کو۔ کا

ش ۱۲۔ رمز جتا دے۔ راز سمجھا دے،

ش ۱۲۔ ٹک، زرا۔ (زبانِ قدیم)

ش ۱۳ خوش ظاہر۔ خوش رو، حسین، ع

سب کے سب خوش جمال خوش ظاہر ؛ عاشقی کے فنون سے ماہر (زہر عشق نواب مرزا شوق)

ش	۱۳،	پست -	سخت - کامل،
ش	۱۵،	اس کی نظرین چڑھی تھین،	اس کی نظرون مین چڑھی تھین؛
ش	۱۵،	لاکھ نگاہ،	لاکھون نگاہین،
ش	۱۵،	دیکھیان تھین	دیکھے ہوئے تھین، (زبان قدیم)
ش	۱۵،	ہزار،	ہزارون،
ش	۱۵،	"چشم سیاہ"	علامت حسن وجمال ہے،
ش	۱۶،	نادیدہ	ندیدہ، حریص •
ش	۱۶،	شعر مین تعقید ہے - "لیکن" کا تعلق مصرعۂ اولی سے ہے، نثر یون ہوگی؛ "لیکن، بہ تقاضائے عشق سنجیدہ؛ وہ اس پر بھی نادیدہ تھا"	
ش	۱۷،	روئے خوش،	خوبصورت چہرہ، حسین شکل،
ش	۱۷،	تلک -	تک (زبان قدیم)
ش	۱۹،	چشم حیرت نگاہ تھی،	چشم حیران تھی،
ش	۲۰،	گل پھول ساتھ.	گل پھول سے، گل پھول کے ساتھ
ش	۲۳،	خوش پرکار،	خوبصورت، خوش جمال، سے

دیکھتا گر وہ کوئی خوش پرکار ؎ رہتا خمیازہ کش ہی سی وہ نہار (دریائے عشق، میر تقی میر)

ہوشیار۔ تجربہ کار۔ سادہ کے مقابل، ؎

اس قدر سادہ و پرکار کہیں دیکھا ہے

بے نمود اتنا نمودار کہیں دیکھا ہے (سودا)

سادگی، پرکاری، بیخودی، ہشیاری

حسن کو تغافل مین جرأت آزما پایا (غالب)

ش ۲۸۔ یکدگر، بہم۔ بہمدیگر۔ ایک دوسرے سے،

ش ۲۹۔ جون۔ جونہی۔ جیسے ہی،

ش ۲۹۔ ؤون اسی وقت ویسے ہی۔

ش ۳۲۔ ندی۔ موجودہ زبان مین، واحد و جمع دونون بالتشدید ہے، ندّی، ندّیان،

ش ۳۳۔ آحائل ہوے، آکر حائل ہوے،

ش ۳۶۔ لاڈالے۔ لاکر ڈال دیئے،

ش ۳۹۔ ودہین۔ وہین،

ش ۴۲۔ ہو ہوکر

ش ۴۴۔ بسکہ ازبسکہ۔ بہایت درجہ۔ بیحد،

ش ۴۴۔ صرف آہ آہ۔ مصروف آہ آہ۔

ش ۴۹ لوہو لہو۔خون۔ (زبان قدیم)

ش ۵۱۔ بدیدۂ گریان دیدۂ گریان کے راستہ سے۔

ش ۵۳۔ مل کرکے مل کر۔

ش ۵۶ ناگہ ناگہان۔ اتفاقاً (زبان قدیم)

ش ۵۶ حیران وار حیران۔

ش ۶۲۔ مارے غیرت کے سخت مرنے لگا، سخت غیرت کے مارے مرنے لگا، مصرعہ مین تعقید ہے،

ش ۶۳و۶۴ کے۔ کہتا تھا،

ش ۶۳ جون۔ جیسے۔جس طرح،

ش ۶۷۔ محرم کار راز دار

ش ۶۷۔ جمع کر جمع کرکے۔

ش ۶۸ مصلحت جُو۔ طالب مشورہ۔

ش ۶۹۔ کیونکہ۔ کیونکر۔ کس طرح (زبان قدیم)

ش ۷۰۔ دیوین۔ دین۔ (زبان قدیم)

ش ۷۰۔ آ۔ آکر،

ش ۷۱۔ ہوئین، ہون، (زبان قدیم)

شعر ۷۲۔ لیکر کے ۔ لیکر

ش ۷۳۔ وہائے، دھاوا کیا، چڑھ دوڑے،

ش ۷۵۔ "کوئی" کا تلفظ قدیم نظم میں "کے" (دفعٔ) کے وزن پر ہوتا تھا،

ش ۷۸۔ بے ۔ ابے (کلمۂ تحقیر)

ش ۸۱) کے بیچ ۔ میں، (زبان قدیم)

ش ۸۲۔ ٹک ۔ ذرا ۔ (زبان قدیم)

ش ۸۲۔ دیکھے تھا ۔ دیکھتا تھا، (زبان قدیم)

ش ۸۴۔ اُس ساتھ اس کے ساتھ (")

ش ۸۵و۸۶و۸۷۔ کبھو ۔ کبھی ۔ (")

ش ۸۶۔ جاوسے، جاسے (")

ش ۸۷۔ "ہی" زائد ہے۔

ش ۹۰ پاس الفت سے ۔ بسبب پاس اُلفت،

ش ۹۱۔ بن ۔ بنکر

ش ۹۲۔ بشکل ۔ شکل

ش ۹۶ تس پہ ۔ اس پر،

ش ۹۶- کھینچون ہون ، کھینچتا ہون،

ش ۱۰۰، بے جائی جلاوطنی، علٰحدگی۔

ش ۱۰۵- انصرام کرے ، تمام کرے، ختم کرے،

ش ۱۰۹، کہ نہین ۔ کہ صبر نہین۔ تعقید ہے،

ش ۱۱۳- افشا ہوا ۔ افشا ہوا کہ

ش ۱۱۴- نت ، ہمیشہ، سدا،

ش ۱۱۶- دیکھ ، دیکھکر،

ش ۱۱۶- لائے سو سو طرح سے خیال ۔ سو سو طرح کے خیالات کرنے لگے، ہر طرح کی تدبیرین سوچنے لگے،

ش ۱۱۸- صنم کے تئین ، صنم کو۔

ش ۱۱۹- زیست کرے، زندگی بسر کرے، رہے سہے ۔

ش ۱۲۰- ٹھکانا ۔ مقام ،

ش ۱۲۲- ہو ۔ ہو کر

ش ۱۲۴- کر ۔ کر کے

ش ۱۲۵، رہے تھی ۔ رہتی تھی۔

ش - ۱۲۶ -	بے جہت -	بے سبب - خود بخود -	
ش - ۱۲۸ -	اس کو تبدیل تھا مکان ضرور -	اس کے لیے تبدیلِ مکان ضروری تھی ،	
ش - ۱۳۱ -	اٹھاوے ،	اٹھائے ،	
ش - ۱۳۲ -	کر -	کر کے ،	
ش - ۱۳۵ -	خروش -	جوش و خروش ،	
ش - ۱۴۱ -	جاوے -	جائے	
ش - ۱۴۲ -	یہ سمجھ -	یہ سمجھ کر -	
ش - ۱۴۲ -	سات -	ساتھ ،	
ش - ۱۴۵ -	قطرہ زن -	گرم رفتار - دوڑتا ہوا ،	
ش - ۱۴۶ -	جون ،	جس طرح -	
ش - ۱۴۸ -	کھا -	کھا کر ،	
ش - ۱۴۹ -	خویش کیا -	اپنا لیا ،	
ش - ۱۴۹ -	ریش کیا -	زخمی کیا ،	
ش - ۱۵۳ -	مین لڑائی ،	مین نے لڑائی -	(زبان قدیم)
ش - ۱۵۳ -	مین دکھائی ،	مین نے دکھائی ،	(")

ش۔ ۱۵۶۔	چشم در راہ۔	چشم براہ۔ منتظر۔	
ش۔ ۱۵۷۔	کز۔	کہ از۔	
ش۔ ۱۵۸۔	تا۔	تاکہ۔	(زبان قدیم)
ش۔ ۱۵۹۔	ہوئے۔	ہو۔	(")
ش۔ ۱۶۱۔	پھاڑا۔	پھاڑی۔	
ش ۱۶۳۔	کائے۔	کہ اسے۔	
ش۔ ۱۶۵۔	"یہ" کا تلفظ یہاں بہ فتح یا کرنا چاہیئے، تاکہ "مہ" کا قافیہ ہو سکے۔		
ش۔ ۱۶۵۔	ٹک۔	ذرا۔	(زبان قدیم)
ش۔ ۱۶۷	ہوئے۔	ہو۔	
ش۔ ۱۷۱۔	حرف زن۔	ہمکلام۔ ہم سخن۔	
ش۔ ۱۷۲۔	ہو۔	ہوکر۔	
ش۔ ۱۷۳۔	کائے۔	کہ اسے،	
ش۔ ۱۷۴۔	جاوے،	جائے،	
ش۔ ۱۷۷۔	کوئی دم کو	کوئی دم میں، ذری دیر میں	
ش۔ ۱۷۷۔	ہم وثاقی۔	وصل ملاقات۔	

ش - ۱۷۷ -	تلک -	تک -	(زبان قدیم)
ش - ۱۷۸ -	ہوئیگی.	ہوگی،	
ش - ۱۸۴ -	چاہے تھی -	چاہتی تھی،	
ش - ۱۸۵ -	بارے -	خیر -	
ش ۱۸۶ -	بجا آیا،	درست آیا - بیشک ہے:	
ش ۱۸۸ -	وا کیجیے -	دور کیجیے - رد کیجیے،	
ش - ۱۸۹ -	اس کا کام کیجیے -	اس کا کام تمام کیجیے -	
ش - ۱۹۳ -	بازی کھاتا ہے -	بازی میں شکست کھاتا ہے،	
ش - ۱۹۵ -	سب کو گوش تھا -	سب سن رہے تھے، سب اسی گفتگو میں تھے،	
ش - ۱۹۸ -	گرم -	جلد -	(بہ محاورۂ فارسی)
ش - ۲۰۰ -	وان ہی -	وہیں،	
ش - ۲۰۶ -	تیرے تھا،	تیرتا تھا،	
ش - ۲۰۶	نت -	ہمیشہ،	
ش ۲۰۶ -	نسر طایر	عقاب آسمانی - ایک مشہور ستارہ کا نام -	
ش - ۲۰۷ -	شلنگ،		

ش - ۲۰۷ - خرچنگ - برج سرطان - کیکڑا - گھونگھا ،

ش - ۲۰۸ - "سونس و گھڑیال" - متقدمین کے ہان دو ہندی لفظون کے درمیان بجاے "اور" "کے" "و" سے عطف لانا جائز تھا ،

ش ۲۱۰ - کشت ، پچھوا -

ش - ۲۱۲ - دیکھ دیکھ کر -

ش - ۲۱۳ - کا - پہ

ش - ۲۱۲ - تہِ ساحل - لبِ ساحل ،

ش - ۲۱۸ - ہم - بھی - نیز -

ش ۲۲۰ - کی برتاب دور پھینکی -

ش - ۲۲۵ - "ہاتھ اس کے سے کی" - متقدمین کے ہان یہ ترکیب نظم مین جائز تھی ، موجودہ زبان مین "ہاتھ اسکے کی" نظم کیا جاے گا ،

ش - ۲۲۶ - بسکہ - چونکہ

ش - ۲۲۷ - ناگہ - ناگہان - دفعۃً -

ش - ۲۲۷ - کر - کرکے ،

ش - ۲۲۸ - "عُمُق" یہان بسکون میم پڑھنا چاہیے ، صحیح تلفظ عُمُق ، بہ ضمتین ہے ،

ش - ۲۳۱ - مصرعۂ ثانیہ، مصرعۂ اولی کی تردید ہے، یعنی یہ نہین کہ کفش اس کو لے ڈوبی بلکہ پیر کی محجوبی نے اسے ڈبو دیا،

ش - ۲۳۲ - اُچھلا - اُچھلی - اُبھرا - اُبھری -

ش - ۲۳۳ - سے - مین -

ش - ۲۳۵ - چاہت کے بیچ - چاہت سے - چاہت کے باعث -

ش - ۲۳۶ - موئے پڑے ہین، مر چکے ہین -

ش - ۲۳۶ - ہزار - ہزارون - ہزارہا اشخاص -

ش - ۲۳۸ - دون - اس طرح -

ش - ۲۳۹ - کام کر چکی - کام تمام کر چکی -

ش - ۲۴۰ - پانی پانی ہوئی، سخت غمگین ہوئی (موجودہ محاورہ مین، سخت شرمندہ ہوئی)

ش - ۲۴۱ - ز بس - از بسکہ - چونکہ

ش - ۲۴۲ - آوے - آئے،

ش - ۲۴۴ - موئین - فنا ہو گئین -

ش - ۲۴۶ - وصل کا اسباب - وصل کے اسباب -

ش - ۲۴۹ - دیوے - دے - (زبانِ قدیم)

ش	۲۵۰ -	طرح ہو۔	بنیاد پڑے ۔ میسر آئے ،
ش ۔	۲۵۲ -	دیوے ،	دے ۔ (زبان قدیم)
ش ۔	۲۵۳ -	ہووے ۔	ہو ۔ (")
ش ۔	۲۵۴ -	یکچند ۔	کچھ روز ۔
ش ۔	۲۵۵ -	رہے ہے ۔	رہتا ہے ۔ (")
ش ۔	۲۵۶ -	سازدار ۔	سازگار ۔ موافق مزاج ۔
ش ۔	۲۵۹ -	ساتھ رہیں ۔	ساتھ گئیں ۔
ش ۔	۲۶۰ -	جانے ہے ۔	جانتا ہے ، (زبان قدیم)
ش ۔	۲۶۰ -	نگر ۔	شہر ۔ بستی ۔
ش ۔	۲۶۱۲ -	دُنبال ۔	درپے ۔
ش ۔	۲۶۶ -	میرے تئیں ۔	مجھکو ۔
ش ۔	۲۶۶ -	کچھ ہوا ۔	کچھ ہوا چاہتا ہے ، کچھ ہونے کو ہے ،
ش ۔	۲۶۷ -	"سا"	پہلے مصرعہ میں زائد ہے ،
ش ۔	۲۶۸ -	جی رُکا آتا ہے ۔	دل گُھٹ گُھٹ کر رہتا ہے ۔
ش ۔	۲۷۵ -	جوتکی ۔	جوتشی ۔ نجومی ۔

ش - ٢٧٥ - تیری خاطر - تیرے لیے -

ش - ٢٧٦ - مَنیو - ماننا -

ش - ٢٧٧ - کیجیو - کرنا -

ش - ٢٧٨ - بسرآوے - مقابلہ کرے -

ش - ٢٧٨ - آوے - آئے - (زبان قدیم)

ش - ٢٧٩ - سمجھے ہے - سمجھتا ہے ،

ش - ٢٨٣ - فریبندگی - فریب

ش - ٢٨٦ - دی سلا شیرین - شیرین کو سلا دیا -

ش - ٢٨٨ - ہمیش - ہمیشہ -

ش - ٢٩٣ - حاصل اس سے - الحاصل - غرضکہ -

ش - ٢٩٠ - منھ کو - منھ پر -

ش - ٢٩٤ - ملتے خاک - خاک ملتا ہوا ،

ش - ٢٩٦ - غرقہ - غریق -

ش - ٢٩٨ - روز پہنچا تھا - دن گذرا تھا - دن چڑھا تھا -

ش - ٢٩٩ - گریہ مژگان کے اوج مین آئی - آنکھون مین آنسو بھر آئے ،

ش۔ ۳۰۰۔ رد دیا اس نے۔ وہ رد دی۔

ش۔ ۳۰۱۔ ہوا محافہ سوار، محافہ رکھدیا گیا،

ش۔ ۳۰۲۔ مکان۔ مقام۔

ش۔ ۳۔ ۳۰۳۔ جاگہ۔ جگہ۔ (زبان قدیم)

ش۔ ۳۱۷۔ مین کفش پھینکا تھا۔ مین نے کفش پھینکی تھی۔

ش۔ ۳۲۰۔ پا بہ رکاب، آمادۂ کار۔ مستعد،

ش۔ ۳۲۴۔ آب بر روئے کار لایا حسن۔ پانی نے حسن کی رونق دوبالا کردی،

ش۔ ۳۲۶۔ دیکھ۔ دیکھ کر۔

ش۔ ۳۲۸۔ "آتش لگادی" کے بجائے موجودہ محاورہ مین "آگ لگادی" بولین گے۔

ش۔ ۳۳۰۔ عاشق کو۔ عاشق تک

ش۔ ۳۳۰۔ لیک۔ لیکن، (زبان قدیم)

ش۔ ۳۳۰۔ موئی۔ مردہ ہوکر۔

ش۔ ۳۳۲۔ ماہر کار۔ ماہر،

ش۔ ۳۳۲۔ "اک بار دست و پا مارتے رہے" موجودہ محاورہ نہین۔

ش۔ ۳۳۵۔ آگہ ہو۔ آگاہ ہوکر۔

ش۔ ۳۳۸۔ تلک۔ تک۔ (زبانِ قدیم)

ش۔ ۳۴۱۔ جاکر کے۔ جاکر۔ "کے" زاید،

ش ۳۴۶۔ خال ذرا نہ جائے نظر۔ نظر تک کے لیے جگہ خالی نہیں،

ش۔ ۳۴۸۔ دیکھ دیکھ کر۔

ش۔ ۳۵۱۔ زبان درازی۔ طوالت کلام۔ زیادہ گوئی۔ (موجودہ محاورہ مین سخت کلامی و درشت گوئی کو کہتے ہین)

ش۔ ۳۵۲۔ نامے۔ رسالے۔ کتابین۔

ش۔ ۳۵۴۔ دوسرا مصرعہ غلط ہے، اصل کے مطابق نقل کر دیا گیا،

ش۔ ۳۵۵۔ پہلے مصرعہ کے معنی صاف نہین،

ش۔ ۳۵۶۔ ولے۔ لیکن،

ش۔ ۳۵۶۔ شعر کا مفہوم واضح نہین

OSMANIA UNIVERSITY
LIBRARY
HYDERABAD-7

P. G.